بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ٹیلیفون نمبر ۳۳ — رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۳۸۰

اَلْفَضْلُ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ❊ عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

الفضل قادیان

خطبہ نمبر ۲۳

یوم جمعہ

جلد ۳۲ | ۱۶ ماہ احسان ۱۳۲۳ھش | ۲۴ جمادی الثانی ۱۳۶۳ھ | ۱۶ جون ۱۹۴۴ء | نمبر ۱۳۹

مدینۃ المسیح

قادیان ۱۵ ماہ احسان۔ کل ۶½ بجے شام سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز ڈلہوزی سے بذریعہ کار تشریف لائے۔ اور بعد نماز مغرب مسجد میں رونق افروز ہو کر عشاء کی نماز تک معارف و حقائق بیان فرماتے رہے۔ خدام اس کثرت سے جمع تھے کہ مسجد مبارک کی چھت چوک اور ساتھ کے مکان کی چھت پر نمازیں ادا کی گئیں۔

آج ۱۰ بجے صبح کی اطلاع منظر ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے حضور کی طبیعت اچھی ہے۔ الحمد للہ خاندان میں بھی خیریت و عافیت ہے۔

حضرت نواب محمد علی خان صاحب کے متعلق کل شام بذریعہ فون یہ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ طبیعت ابھی ویسی ہی ہے احباب حضرت نواب صاحب کی صحت کاملہ کے لئے درد دل سے دعائیں جاری رکھیں۔

آج صبح کی گاڑی سے حضرت مرزا شریف احمد صاحب معہ بیگم صاحبہ اور اپنے خاندان کی دیگر خواتین

خطبہ جمعہ

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہؓ خدا تعالیٰ کے جس مقام قرب پر پہنچے۔ وہاں آج بھی ہم پہنچ سکتے ہیں!

مگر

انہی قربانیوں کے بعد جو صحابہؓ نے کیں

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۱۱ ماہ تبلیغ ۱۳۲۳ھش مطابق ۱۱ فروری ۱۹۴۴ء

(مرتبہ مولوی محمد یعقوب صاحب مولوی فاضل)

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

مغرب کی نماز کے بعد جبکہ میں باہر بیٹھتا ہوں دوست مجھ سے مختلف سوالات دریافت کیا کرتے ہیں۔ آج رات جو سوالات کئے گئے۔ ان میں سے

ایک سوال

ایسا اہم ہے۔ جس کے متعلق میں پھر زیادہ تشریح اور وضاحت کے ساتھ کچھ بیان کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔ کیونکہ وہ سوال ہماری تمام جماعت بلکہ تمام مسلمانوں کی عملی زندگی کے ساتھ نہایت گہرا تعلق رکھتا ہے۔

وہ سوال یہ تھا

کہ کیا ہم اب بھی صحابہ میں شامل ہو سکتے ہیں؟ میں نے اختصار کے ساتھ اس کا جواب دیا تھا۔ کہ صحابی ہونا اپنی ذات میں صرف اس بات پر منحصر ہے۔ کہ کوئی انسان ایسی صورت اختیار کرلے۔ جو اسے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا

ہم مجلس اور ہم شریک

بنا دے۔ ورنہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ملنے والوں میں سے ابوجہل بھی تھا۔ عتبہ اور شیبہ بھی آپ کی مجالس میں بیٹھنے والوں میں سے ہی تھے۔ اور ظاہر میں ایمان کا دعویٰ کرنے والوں میں سے عبد اللہ بن ابی ابن سلول بھی تھا۔ مگر ہم ان کو صحابی نہیں کہتے۔ حالانکہ وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلسوں میں بیٹھتے اور آپ سے ہمیشہ باتیں کیا کرتے تھے۔ کچھ لوگوں کو تو ہم اس لئے صحابی نہیں کہتے کہ وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دعویٰ کے منکر تھے حالانکہ جہاں تک رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم کا تعلق ہے۔ وہ لوگ آپ کے قرب میں بیٹھنے والے تھے۔ اور کچھ لوگوں کو ہم اس لئے صحابی نہیں کہتے کہ گو وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دعوے کو منہ سے تسلیم کرتے تھے۔ مگر عملاً آپ سے عقیدت نہ رکھتے۔ اور آپ کے ارشادات کے مطابق عمل کرنے کی کوشش نہیں کرتے تھے۔ پس باوجود اس کے کہ ان کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسمانی قرب حاصل ہوا۔ ہم ان کو صحابی نہیں کہتے۔ ہم یوں نہیں کہتے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک صحابی تھا ابوجہل۔ مگر وہ آپ کا مخالف ہو گیا۔ اور اس نے بڑی شدید دشمنی کی۔ ہم یہ کبھی نہیں کہتے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک صحابی تھا عبد اللہ بن ابی ابن سلول۔ وہ منہ سے تو کہتا تھا۔ کہ میں اسلام کا شیدائی ہوں۔ لیکن دل سے اسلام کا شدید ترین دشمن تھا۔ حالانکہ جو

صحابی کے معنے

ہیں۔ یعنے پاس بیٹھنے والا اور صحبت سے حصہ پانے والا۔ وہ اس میں پائے جاتے تھے۔ تو میں نے بتایا یہ تھا۔ کہ درحقیقت صحابیت اس محبت اور اخلاص کے تعلق پر مبنی ہے۔ جو انسان کسی رسول کے ساتھ رکھتا ہے۔ اور اسی وجہ سے جن لوگوں نے اس قسم کا اخلاص اپنے اندر پیدا کر لیا وہ باوجود اس کے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کے بہت بعد پیدا ہوئے۔ انہوں نے وہی مقام حاصل کر لیا۔ جو صحابہ کو حاصل تھا۔ چنانچہ میں نے اس کی مثال بھی دی تھی۔ کہ

حضرت محی الدین صاحب ابن عربیؒ

فرماتے ہیں۔ کہ میں نے ساری بخاری سبقاً رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پڑھی ہے۔ اسی طرح اور بہت سے لوگ امت محمدیہ میں ایسے گذرے ہیں۔ جنہیں رؤیا یا کشف میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ سے باتیں کرنے کا ان کو موقع ملا۔ اور جاگنے کی حالت میں بھی ان کے دلوں میں اخلاص اور تقویٰ پایا جاتا تھا۔ ایسے لوگ یقیناً صحابی تھے۔ یہی حالت

اگر آج بھی

ہم میں پیدا ہو جائے۔ یہی موقعہ اگر آج بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہم کو میسر آجائے۔ تو اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ ہم آج بھی صحابہؓ کا مقام حاصل کر سکتے ہیں۔ ہم خدا تعالیٰ پر بخل کا الزام نہیں لگاتے۔ ہمارا خدا بخیل اور ممسک نہیں۔ کہ ہم یہ خیال کر لیں۔ کہ اس نے اپنی نعمتوں سے پہلوں کو تو حصہ دیا۔ مگر ہمارے لئے ان نعمتوں کے حصول کا دروازہ اس نے بند کر دیا ہے۔ یہ جواب تھا۔ جو میں نے اس سوال کا دیا۔ آج میں کسی قدر زیادہ وضاحت سے اس امر کو خطبہ میں بیان کرنا چاہتا ہوں۔ اور جماعت کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ کہ درحقیقت کسی انعام کے متعلق انسان کے

دل میں خواہش کا پیدا ہونا

یہ بھی بعض دفعہ بناوٹی ہوتا ہے۔ اور کسی انعام کے حصول سے مایوس ہو جانا یہ بھی انسان کے لئے

ایڈیٹر - غلام نبی

بھائی عبد الرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپایا اور دفتر قادیان سے شائع کیا

بڑی تباہی کا موجب ہوتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں من قال ھلک القوم فھوا ھلکھم اے لوگو جس نے یہ اعلان کرنا شروع کر دیا۔ کہ ہماری قوم ہلاک ہو گئی ہماری قوم برباد ہو گئی فھو اھلکھم وہی شخص ہے جس نے اس قوم کو تباہ و برباد کیا۔ اس حدیث میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے

قومی ہلاکت کی وجہ

بتائی ہے۔ اور فرمایا ہے کہ اس ہلاکت اور بربادی کی ذمہ واری اس آدمی پر ہے جو کہتا ہے۔ کہ قوم ہلاک ہو گئی۔ بعض لوگوں نے اس حدیث سے یہ دھوکا کھایا ہے۔ کہ کسی شخص کے یہ کہنے سے کہ قوم ہلاک ہو گئی۔ ساری کی ساری قوم کس طرح ہلاک ہو سکتی ہے۔ اور چونکہ یہ بات ان کی سمجھ میں نہیں آئی۔ اس لئے وہ کہتے ہیں اس حدیث میں اَھْلَکَھُمْ کا لفظ نہیں بلکہ اَھْلَکُھُمْ کا لفظ ہے۔ یعنی وہ شخص سب سے زیادہ ہلاک ہونے والا ہے۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے۔ کہ انہوں نے

قومی نفسیات

کو سمجھا ہی نہیں۔ یہ کہہ دینا کہ جو شخص کہتا ہے قوم ہلاک ہو گئی۔ وہ سب سے زیادہ ہلاک ہونے والا ہے۔ اول تو بعض حالتوں میں یہ درست ہی نہیں۔ اور پھر یہ بھی صحیح نہیں کہ ان الفاظ کی وجہ سے وہ سب سے زیادہ ہلاک ہونے والا بن جاتا ہے۔ درحقیقت ان لوگوں نے اس نکتہ کو نہیں سمجھا۔ کہ جب کسی قوم میں مایوسی پیدا کر دی جائے۔ تو وہ بڑے بڑے کام کرنے سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو جاتی ہے کبھی کسی قوم کا دانا اور سمجھدار لیڈر ایسا نہیں ہو سکتا۔ جو اس کو مایوس کر دے۔ اور آئندہ ترقیات کے متعلق اس کے دل میں ناامیدی پیدا کر دے۔ جب کوئی قوم یہ سمجھ لے۔ کہ وہ ترقی کے انتہائی درجہ پر پہنچ گئی ہے یا جب کوئی قوم یہ سمجھ لے۔ کہ وہ تنزل کے انتہائی درجہ پر پہنچ گئی ہے۔ تو وہ تباہ ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ چنانچہ دیکھ لو مسلمانوں میں جب یہ خیال پیدا ہؤا۔ کہ قرآن کریم کی تفاسیر جو لوگ پہلے لکھ چکے ہیں۔ ان سے زیادہ اب کچھ نہیں لکھا جا سکتا۔ اب قرآن کی

کوئی نئی تفسیر نہیں کی جا سکتی

معرفت کی کوئی نئی بات اس کی آیات سے نکالی نہیں جا سکتی۔ تو مسلمانوں میں اسی وقت تنزل پیدا ہونا شروع ہو گیا۔ ان کی معرفت جاتی رہی۔ ان کا علم سلب ہو گیا۔ ان کی عقل کمزور ہو گئی۔ اور ان کا فہم جاتا رہا۔ اور وہ ان آسمانی علوم سے اس قدر محروم ہو گئے کہ اس زمانہ میں جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن کریم کے نئے معارف بیان کرنے شروع کر دیئے۔ اور ہمارے ذریعہ سے اللہ تعالےٰ نے اس کے

عجیب و غریب اسرار

کھولے تو مسلمانوں نے یہ کہنا شروع کر دیا۔ کہ یہ تفسیر بالرائے ہے۔ گویا انہیں معرفت کی باتوں سے اتنی دوری ہو گئی کہ اسلام کی باتیں انہیں کفر کی باتیں دکھائی دینے لگیں۔ اور قرآن کی باتیں انہیں بے دینی کی باتیں نظر آنے لگیں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ جب قوم سے کہہ دیا گیا۔ کہ آئندہ لوگوں کو کوئی ذہنی ارتقا حاصل نہیں ہو سکتا۔ آئندہ کوئی شخص ایسا پیدا نہیں ہو سکتا۔ جو قرآن کریم کو پہلوں سے زیادہ سمجھ سکے۔ آئندہ کوئی شخص ایسا پیدا نہیں ہو سکتا۔ جو حدیثوں کو پہلوں سے زیادہ سمجھ سکے۔ تو دوسرے الفاظ میں انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ ہماری قوم ہلاک ہو گئی۔ اب اس میں کوئی زندہ وجود باقی نہیں رہا۔ اور جب انہوں نے کہنا شروع کر دیا۔ کہ ہماری قوم میں کوئی زندہ وجود باقی نہیں رہا۔ ہماری قوم میں کوئی ایسا شخص نہیں رہا۔ جو یہ کہہ سکے۔ کہ میں نے قرآن سے فلاں نئی بات نکالی ہے۔ تو نتیجہ یہ ہؤا۔ کہ لوگوں نے

قرآن پر تدبر کرنا

ترک کر دیا۔ انہوں نے حدیثوں پر غور کرنا چھوڑ دیا۔ انہوں نے کہا جب ہمیں کوئی نئی بات نہ قرآن سے حاصل ہو سکتی ہے۔ نہ حدیث سے مل سکتی ہے۔ تو ہمیں قرآن اور حدیث پر غور کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ پرانی تفسیریں ہی ہمارے لئے کافی ہیں۔ یہ ایک لازمی نتیجہ تھا اس خیال کا کہ قرآن سے اب کوئی نیا نکتہ نہیں نکل سکتا۔ بلکہ رازی اور ابن حیان اور دوسرے مفسرین نے جو کچھ لکھا ہے وہی ہمارے لئے کافی ہے۔ چنانچہ مسلمانوں نے اس

تباہ کن خیال

کے زیر اثر قرآن کریم کے پڑھنے اور اسکے سمجھنے کو ترک کر دیا۔ اور اپنا تمام تر انحصار تفسیروں پر رکھ لیا۔ پھر یہ عذاب اتنا بڑھا اتنا بڑھا۔ کہ آج سے پچیس تیس سال پہلے بڑے بڑے مولوی ایسے تھے جو قرآن کریم کا صحیح ترجمہ تک نہیں جانتے تھے۔ کیونکہ وہ سمجھتے تھے۔ ہمارے لئے قرآن کریم کا ترجمہ جاننا ضروری نہیں۔ اتنا ہی کافی ہے۔ کہ اگر موقعہ ملے تو کوئی پرانی تفسیر دیکھ لی جائے۔ یہ ہلاکت ہوئی محض اس بات سے کہ قوم کو مایوس کر دیا گیا اسے کہہ دیا گیا کہ قرآن کریم کے معارف تک اس کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح جب مسلمانوں کو کہہ دیا گیا۔ کہ

خدا بولتا نہیں

وہ کسی سے محبت نہیں کرتا۔ وہ کسی سے پیار نہیں کرتا۔ وہ کسی کی التجا اور دعا کا جواب نہیں دیتا۔ تو لوگوں کے دلوں سے خدا تعالےٰ کا قرب حاصل کرنے اور اس سے ملنے کی خواہش بھی مٹنی شروع ہو گئی۔ آخر یہ خواہش کہ خدا مجھ سے ملے۔ اور وہ میرے ساتھ باتیں کرے۔ وہ مجھے اپنا پیارا بنا لے۔ وہ میرا ہو جائے۔ اور میں اس کا ہو جاؤں انسان تبھی کرے گا۔ جب اسے یہ خیال ہو گا۔ کہ ایسا ہو سکتا ہے۔ لیکن جب اس کا یہ خیال ہو۔ کہ ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔ تو وہ اس غرض کے لئے کوشش ہی کیوں کرے گا۔ جب مسلمانوں میں یہ خیال پیدا کر دیا گیا۔ کہ ہم خدا کے نہیں ہو سکتے۔ اور

خدا ہمارا نہیں ہو سکتا

جب قوم کے لیڈروں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ ھلک القوم ہماری قوم ہلاک ہو گئی۔ ہماری قوم میں وہ استعداد ہی نہیں رہی کہ جس سے کام لے کر وہ خدا سے محبت کر سکے اس کے فضل کو اپنی طرف کھینچ سکے۔ اس کی وحی اور الہام کی مورد بن سکے۔ تو نتیجہ یہ ہؤا۔ کہ انہوں نے اس طرف سے اپنی توجہ ہی ہٹا لی۔ اور خدا تعالےٰ کے دروازہ کو بند سمجھ کر اسے کھٹکھٹانا ترک کر دیا۔ اگر کسی مکان کا دروازہ بند ہو۔ باہر کی طرف اس پر قفل لگا ہؤا ہو۔ تو کون بے وقوف ہے جو اس دروازہ پر بیٹھ کر مالک مکان کو آوازیں دینی شروع کر دیگا۔ اگر کسی مکان کے دروازہ کے متعلق یہ اعلان کر دیا جائے۔ کہ اسے قطعی طور پر بند کر دیا گیا ہے۔ اور پھر اس دروازہ کو کوئی شخص کھٹکھٹانا شروع کرے تو سب لوگ اسے

احمق اور پاگل

سمجھیں گے۔ کیونکہ وہ ایسا دروازہ کھٹکھٹا رہا ہو گا۔ جو بند ہو چکا ہے۔ جس کے بند ہونے کا اعلان ہو چکا ہے۔ اور جس کے کھلنے کا کوئی امکان ہی نہیں ہے۔ اس کے مقابلہ میں اگر کسی عمارت کا دروازہ تو بند ہو لیکن کھڑکی کھلی ہو۔ تو سب لوگ اس کھڑکی کی طرف جائیں گے۔ دروازہ کی طرف نہیں جائیں گے۔ وہ کھڑکی کی طرف اس لئے جائیں گے کہ کھڑکی کھلی ہو گی۔ اور دروازہ کی طرف اس لئے نہیں جائیں گے کہ دروازہ بند ہو گا۔ اسی طرح جب

خدا تعالےٰ کی محبت کا دروازہ

بند کر دیا گیا۔ جب مسلمانوں میں یہ خیال پیدا کر دیا گیا۔ کہ اس دروازہ سے تمہیں کوئی آواز نہیں آ سکتی۔ خواہ تم کس قدر چلاؤ خواہ تم کس قدر آہ و زاری سے کام لو تو نتیجہ یہ ہؤا۔ کہ انہوں نے خدا تعالےٰ کا دروازہ چھوڑ دیا۔ اور پیروں اور فقیروں کے پیچھے چل پڑے۔ کیونکہ گو وہ چھوٹی چھوٹی کھڑکیاں تھیں۔ مگر یہ چھوٹی چھوٹی کھڑکیاں انہیں کھلی نظر آئیں۔ اور بڑا دروازہ انہوں نے مقفل پایا۔ پس وہ خدا کے دروازہ کو چھوڑ کر پیروں اور فقیروں کے پیچھے چل پڑے۔ کیونکہ انہوں نے کہا یہ ہیں تو کھڑکیاں مگر کھلی کھڑکیاں ہیں۔ پس آؤ ہم ان کھڑکیوں سے اندر کی طرف جھانکیں۔ مگر جانتے ہو اس کا کیا اثر ہؤا۔ یہی ہؤا کہ

خدا کی محبت اور خدا کا پیار

مسلمانوں کے دلوں سے جاتا رہا۔ روحانیت کا ان میں فقدان ہو گیا۔ وہ اس کے قرب سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو گئے۔ اور خدا تعالےٰ کا تازہ بتازہ کلام سننے سے ان کے کان ہمیشہ کے لئے ناآشنا ہو گئے۔

اسی طرح اسلامی تمدن اور سیاست میں بھی خطرناک نقص پیدا ہو گیا۔ کیونکہ کہہ دیا گیا۔ کہ صحابہ رضی کے زمانہ میں تمدن نے جو شکل اختیار کی تھی

اس سے زیادہ اسلامی تمدن کو کوئی شکل نہیں دی جا سکتی۔ حالانکہ تمدن کی شکل ہر زمانہ کے لحاظ سے بدلتی چلی جاتی ہے۔ کسی زمانہ میں اس کی کوئی شکل موزون ہوتی ہے۔ اور کسی زمانہ میں اس کی کوئی شکل موزون ہوتی ہے۔ سچا مذہب وہی ہوتا ہے۔ جو اپنے اندر لچک رکھتا ہے۔ اور اسی لئے وہ مذاہب جو دنیا میں ایک لمبے عرصہ کے لئے آتے ہیں۔ ان کی تعلیم کے اندر

ایک قسم کی لچک

پائی جاتی ہے۔ جو مختلف زمانوں اور مختلف حالات کے مطابق تغیر پذیر ہوتی چلی جاتی ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں اسلامی تمدن نے جو شکل اختیار کی۔ وہ اور تھی۔ مگر اب اس تمدن نے جو شکل اختیار کرنی ہے وہ اور ہے۔ بیشک اس تمدن کے اصول ایک ہی رہیں گے۔ مگر اس کی شکل زمانہ کے حالات کے لحاظ سے بدلتی چلی جائیگی۔ اعتراض تب ہو جب اصول میں تبدیلی ہو۔ لیکن جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔ اصول ہمیشہ ایک ہی رہیں گے۔ لیکن اس تمدن کی شکل اور طریق عمل میں ہمیں ضرور فرق کرنا پڑے گا۔ اور

موجودہ سوسائٹی کی طرز

اس کے طریق کے مطابق ہمیں اس میں تبدیلی کرنی پڑے گی۔ اور شکل میں یہ تبدیلی بالکل جائز ہوگی۔ مگر چونکہ کہہ دیا گیا۔ کہ اسلامی تمدن انتہا تک پہنچ چکا ہے۔ اور یہ کہ اس کے قانون میں کوئی لچک نہیں۔ اگر لوگ

پرانے زمانہ کے تمدن کی نقل

کریں تو بے شک کریں۔ لیکن اس کے خلاف کوئی اور شکل تجویز نہیں کر سکتے۔ تو نتیجہ یہ ہوا۔ کہ مسلمانوں نے تمدن کے متعلق غور و فکر کرنا چھوڑ دیا۔ اور وہ اس چھوٹے سے تالاب کی صورت میں بدل گیا جس کا پانی نہیں بہتا۔ جس میں بُو تو پیدا ہو جاتی ہے۔ جس میں تعفن تو پیدا ہو جاتا ہے۔ جس سے سڑاند تو آنے لگتی ہے۔ مگر خوشنمائی اور دلکشی باقی نہیں رہتی۔

اسلامی تمدن

بھی مسلمانوں کی اس حماقت کے نتیجہ میں ایک متعفن چیز بن گیا۔ جس سے خود مسلمان بھی

نفرت کرنے لگے پس یہ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا۔ کہ من قال ھلك القوم فھو اھلکھم یہ درحقیقت آپ نے

ایک بہت بڑا نفسیاتی نکتہ

بیان فرمایا تھا۔ اگر قوم کے لیڈر۔ اگر قوم کے صلحاء۔ اگر قوم کے علماء۔ اگر قوم کے امرا اس ایک حدیث کو ہی یاد رکھتے اگر وہ اپنی قوم کو مایوس کرتے۔ اگر وہ اپنی قوم کو بزدل اور کم ہمت نہ بناتے۔ اگر وہ ان کی امیدوں کو قائم رکھتے۔ اگر وہ ان کی امنگوں کو بڑھاتے۔ اگر وہ اپنی جہالت سے ان کو یہ نہ کہتے۔ کہ تمہارے لئے اب ترقی کا کوئی موقعہ نہیں۔ تو مسلمان روحانی میدان میں بھی آگے رہتے۔ اقتصادی میدان میں بھی آگے رہتے۔ علمی میدان میں بھی آگے رہتے۔ اور سائنٹیفک میدان میں بھی آگے رہتے۔ مگر ہمارے ہاں تو یہاں تک مصیبت بڑھی۔ کہ مذہب تو الگ رہا۔ انہوں نے

دنیوی علوم بھی

پہلے لوگوں پر ختم کر دیئے۔ بو علی سینا کے متعلق کہہ دیا۔ کہ اس نے طب میں جو کچھ لکھ دیا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کچھ نہیں لکھا جا سکتا۔ منطق کے متعلق کہہ دیا۔ کہ اس بارہ میں فلاں منطقی جو کچھ کہہ گیا ہے۔ اس کے بعد منطق کے علم میں کوئی زیادتی نہیں کی جا سکتی گویا اول تو انہوں نے خاتم النبیین کے غلط معنے کئے اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیضان کو جو ایک دریا کی صورت میں بہہ رہا تھا محدود کر دیا۔ اور دوسری طرف یہ غضب ڈھایا۔ کہ کسی کو خاتم طب بنا دیا۔ کسی کو خاتم منطق بنا دیا۔ کسی کو خاتم فلسفہ بنا دیا۔ اور اس طرح ایک ایک کر کے سارے علوم کے متعلق یہ فیصلہ کر دیا گیا۔ کہ ان کے متعلق پہلے لوگ جو کچھ لکھ چکے ہیں۔ اس سے زیادہ اب کوئی شخص نہیں لکھ سکتا۔ دماغی ترقی رک گئی ہے۔ ذہنی ارتقاء جاتا رہا ہے علم و فہم کا مادہ سلب ہو چکا ہے۔ اور علوم کے دروازے سب بند ہو چکے ہیں۔ گویا انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا۔ کہ ھلك القوم کہ جو پہلوں کو مل گیا۔ وہ اب دوسروں کو نہیں مل سکتا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ

مسلمان بالکل تباہ و برباد ہو گئے

نہ مسلمانوں میں خدا پرست رہے۔ نہ مسلمانوں میں فقیہہ رہے۔ نہ مسلمانوں میں قاضی رہے۔ نہ مسلمانوں میں عارف رہے۔ نہ مسلمانوں میں محدث رہے۔ کیونکہ جو چیز بھی تھی اسے گزشتہ لوگوں پر ختم کر دیا گیا۔ اور کہہ دیا گیا کہ آئندہ لوگوں کو کچھ حاصل نہیں ہو سکتا یہ فطرت ان کی اس قدر بڑھی۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقابلہ میں بھی انہوں نے اسی حربہ سے کام لینا شروع کر دیا۔ اس کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک فقرہ لکھا ہے وہ بظاہر

ایک سادہ فقرہ

ہے۔ مگر انتہائی طور پر دلوں کی گہرائیوں پر اثر کرنے والا اور قلوب کو تڑپا دینے والا ہے۔ آپ پر جب لوگوں نے اعتراض کیا۔ کہ پہلے مسیح سے آپ کس طرح بڑھ سکتے ہیں۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کا جواب دیتے ہوئے ایک جگہ تحریر فرمایا۔ کہ یہ لوگ تو اس طرح باتیں کر رہے ہیں۔ گویا ان کے نزدیک جو کچھ ہے پہلا مسیح ہی ہے۔ دوسرا مسیح کچھ چیز نہیں یہ بظاہر ایک سادہ سا فقرہ ہے۔ مگر کسطرح اس گری ہوئی ذہنیت کی دھجیاں اڑا رہا ہے۔ جو مسلمانوں میں پیدا ہو چکی تھی۔ کہ تم کہتے یہ ہو۔ کہ

محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

آئے۔ اور اپنے ساتھ تمام ترقیات کے سامان لائے۔ تم کہتے یہ ہو۔ کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آئے۔ اور اپنے ساتھ تمام برکات لائے۔ تم کہتے یہ ہو کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آئے۔ اور اپنے ساتھ تمام انوار لائے۔ مگر دوسری طرف تم اسی منہ سے یہ بھی کہہ رہے ہو۔ کہ اب تمام برکتیں ختم ہو چکیں۔ تمام فیضان بند ہو چکے۔ اب کوئی شخص وہ مقام حاصل نہیں کر سکتا۔ جو پہلے لوگوں کو ملا یا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے لوگوں کو ملا۔ گویا اسلام کا چشمہ نعوذ باللہ خشک ہو گیا ہے۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا فیضان نعوذ باللہ ختم ہو گیا ہے۔ قرآن کا زندگی بخش اثر نعوذ باللہ جاتا رہا ہے۔ اب خواہ لاکھ کوششیں کرو تمہیں وہ برکات کبھی نہیں مل سکتیں۔ جو پہلے لوگوں کو ملیں۔ یہ تو ایسی گندی تعلیم ہے۔ یہ تو ایسی قوم کو تباہ و برباد کرنے والی تعلیم ہے۔ کہ

کوئی انسان جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت رکھتا ہو۔ کوئی انسان جس کے دل میں خدا تعالےٰ کا سچا ادب پایا جاتا ہو ایک منٹ بلکہ ایک سیکنڈ کے لئے بھی ایسی تعلیم قبول نہیں کر سکتا۔ یہ تو ایسی گندی اور متعفن اور بدبودار تعلیم ہے۔ کہ اس قابل ہے کہ اسے اٹھا کر میلے کے ڈھیروں پر پھینک دیا جائے بجائے اس کے کہ لوگوں کے دلوں اور ان کے دماغوں میں اسے جگہ دی جائے۔ اللہ تعالےٰ نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اس لئے بھیجا تھا۔ کہ آپ

اعلےٰ سے اعلےٰ کمالات

کے دروازے لوگوں کے لئے کھول دیں۔ جو آپ کے زمانہ کے لئے ہی مخصوص نہ ہوں۔ بلکہ قیامت تک آنے والے لوگوں کے لئے کھلے رہیں۔ اگر یہ تعلیم صرف صحابہ کے لئے ہی تھی۔ اگر یہ تعلیم باقی ساری دنیا کو خدا تعالےٰ کے قرب اور اس کی محبت سے ہمیشہ کے لئے محروم کرنے والی تھی۔ تو یہ گندی دنیا جو خدا تعالےٰ کے قرب سے محروم ہو چکی تھی۔ یہ گندی دنیا جو خدا تعالےٰ کے الہام سے محروم ہو چکی تھی یہ گندی دنیا جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کلام کو سمجھنے سے محروم ہو چکی تھی۔ یہ گندی دنیا جو اخلاق میں ترقی کرنے سے محروم ہو چکی تھی۔ یہ تو اس قابل تھی۔ کہ اس کو تباہ کر دیا جاتا۔ اسکو برباد کر دیا جاتا۔ اس پر عذاب نازل کر کے اسے حرف غلط کیطرح مٹا دیا جاتا۔ نوح کی قوم پر وہ تباہی نہیں آئی۔ جو اس دنیا پر آنی چاہیئے تھی۔ لوط کی قوم پر وہ عذاب نازل نہیں ہوا۔ جو اس دنیا پر نازل ہونا چاہیئے تھا۔ بشرطیکہ وہ سب کچھ درست ہوتا۔ جو اس زمانہ کے نادان مولوی کہہ رہے ہیں۔ مگر یہ جھوٹ اور افتراء ہے۔ خدا تعالےٰ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے ہم نے تجھے مبعوث کیا ہے کسی ایک قوم کیطرف نہیں۔ کسی ایک ملک کیطرف نہیں۔ بلکہ دنیا کے سارے انسانوں کیطرف ہم نے تجھے مبعوث کر کے بھیجا ہے۔ اسی طرح آپ حاضر و غائب سب کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں۔ میں اللہ کا رسول ہوں جو تم سب کیطرف بھیجا گیا ہوں۔ پس جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ساری دنیا کیطرف مبعوث ہوئے۔ اور خدا نے آپکو وہ تعلیم دی ہے۔ جو سب کو سمیٹنے والی اور انکو ایک نقطہ مرکزی پر جمع کرنے والی ہے۔ تو کیسا نادان اور احمق ہے وہ انسان جو کہتا ہے۔

کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تمام برکات پہلے لوگوں پر ہی ختم ہو چکیں۔ اب کوئی انسان وہ مقام حاصل نہیں کر سکتا۔ جو پہلے لوگوں نے حاصل کیا۔ یہ تو ایسے

گندے اور ناپاک خیالات

ہیں۔ کہ قرآن اور اسلام ان کو ایک منٹ کے لئے بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سارے زمانوں کے لئے ہیں۔ اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سارے زمانوں کے لئے ہیں۔ تو برکات کا دروازہ اگلے لوگوں کے لئے بھی کھلا ہونا چاہیئے۔ تاکہ جس طرح پہلے لوگ اللہ تعالیٰ کے قرب میں بڑھے۔ اور انہوں نے اپنی اپنی قربانیوں کے مطابق خدا تعالےٰ کی رضا کا مقام حاصل کیا۔ اسی طرح آئندہ آنے والوں میں سے جو لوگ زیادہ قربانی کریں۔ وہ اللہ تعالےٰ کا زیادہ قرب حاصل کر لیں۔ اور جو لوگ کم قربانی کریں۔ وہ اپنے معیار کے مطابق کم درجہ حاصل کریں۔ یہی چیز ہے۔ جو دلوں میں یقین اور ایمان پیدا کرتی ہے۔ اور یہی چیز ہے۔ جو عمل کا ولولہ قلوب میں موجزن کرتی ہے۔ اس یقین کے بعد جب ہم خدا تعالےٰ کے قرب میں بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جب ہم اسکی صفات پر غور کرتے ہیں۔ جب ہم اس کے افضال کو اپنے اندر جذب کرتے ہیں۔ جب ہم اس کی محبت کے سچے دل سے طالب بن جاتے ہیں۔ تو رفتہ رفتہ ہم اسی طرح محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قریب جا پہنچتے ہیں۔ جس طرح ہم اپنی محبت سے خدا کے قریب پہنچ جاتے ہیں۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں۔

ہم خدا نما بھی ہو سکتے ہیں

اور ہم محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نما بھی ہو سکتے ہیں۔ اگر ہم نہ خدا نما ہو سکتے ہیں۔ نہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نما بن سکتے ہیں۔ تو ہم نے اس غرض کے لئے کوشش ہی کیوں کرنی ہے۔ پھر تو ہمیں نہ نماز کی ضرورت ہے نہ روزہ کی ضرورت ہے نہ حج کی ضرورت ہے نہ زکوٰۃ کی ضرورت ہے نہ کسی اور حکم پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ جب دروازہ بند ہو چکا۔ جب خدا تعالےٰ کے قرب کا راستہ مسدود ہو چکا۔ تو کون احمق ہے جو اس بند دروازے کے سامنے بیٹھیگا اور اس مسدود راستہ پر چلنے کی کوشش کرے گا۔ یقیناً کوئی نہیں جو اس علم کے بعد سچی کوشش کر سکے۔ اور اس علم کے بعد صحیح جدوجہد کرے۔ لیکن خدا ہمیں کہہ رہا ہے۔ کہ تم کوشش کرو۔ خدا ہمیں نمازوں کا بھی حکم دے رہا ہے۔ وہ ہمیں روزوں کا بھی حکم دے رہا ہے۔ وہ ہمیں زکوٰۃ کا بھی حکم دے رہا ہے۔ وہ ہمیں حج کا بھی حکم دے رہا ہے۔ اور اس طرح بتا رہا ہے۔ کہ تمہیں ان عبادات کے نتیجہ میں وہ

سب کچھ مل سکتا ہے

جو پہلے لوگوں کو ملا۔ مگر مسلمان ہمیں یہ بتاتے ہیں۔ کہ ان نمازوں اور ان روزوں کے بعد تمہیں وہ مقام کبھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ جو پہلے لوگوں نے حاصل کیا۔ گویا خدا ہمیں ہدایت تو یہ دیتا ہے۔ کہ تم نمازیں پڑھو اور ابوبکرؓ جیسی پڑھو۔ مگر کہتا یہ ہے میں بناؤں گا تمہیں ابوہریرہؓ جیسا بھی نہیں۔ خدا ہمیں ہدایت تو یہ دیتا ہے۔ کہ تم روزے رکھو اور ابوبکرؓ جیسے رکھو بلکہ ابوبکرؓ کیا رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جیسے رکھو۔ کیونکہ ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ تمہارے لئے ہمارا رسول نمونہ ہے۔ مگر دیکھنا میں تمہیں ایک ادنےٰ سے ادنےٰ صحابی کا مقام بھی نہیں دوں گا۔ تم زکوٰتیں دو اور صحابہؓ بلکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مقرب صحابہؓ جیسی زکوٰتیں دو۔ مگر یاد رکھنا تمہیں اس زمانہ کے ایک ادنیٰ مسلمان جیسا درجہ بھی ہمارے ہاں حاصل نہیں ہوگا۔ آخر کونسی عقل ہے جو اس

تضاد اور تخالف

کو تسلیم کر سکتی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے ہمیں بھی وہی دل دیا ہے جو اس نے صحابہؓ کو دیا۔ اللہ تعالےٰ نے ہمیں بھی وہی دماغ دیا ہے جو اس نے صحابہؓ کو دیا۔ اللہ تعالےٰ نے ہمارے دلوں میں بھی اپنے لقا اور وصال کی وہی تڑپ رکھی ہے۔ جو اس نے صحابہؓ کے دلوں میں رکھی۔ ہمارے قلوب میں بھی اُس نے یہ تمنا اور خواہش پیدا کر دی ہے۔ کہ ہم عرش پر پنجہ ماریں۔ اور خدا کی محبت بھری گود میں جا پہنچیں۔ مگر دوسری طرف لوگ یہ بتاتے ہیں کہ خدا نے آسمان پر فرشتے بٹھا رکھے ہیں کہ دیکھنا ایک ادنیٰ سے ادنیٰ صحابی بھی جس مقام پر پہنچا ہو۔ اس سے تم نے ان لوگوں کو نیچا ہی رکھنا ہے۔ اوپر اٹھا کر نہیں لے جانا۔ یہ خدا بتا یا نعوذ باللہ ہوا ہوا۔ یہ سب

غلط اور تباہ کن خیالات

ہیں۔ جو مسلمانوں میں رائج ہو چکے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہؓ اللہ تعالےٰ کے قرب کے جس مقام پر پہنچے ہیں۔ اُس مقام پر آج بھی ہم پہنچ سکتے ہیں۔ بلکہ اگر ہم کوشش کریں۔ تو صحابہؓ سے بھی آگے نکل سکتے ہیں۔ آخر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہؓ سے آگے نکل کر دکھا دیا یا نہیں۔ صحابہ تو کیا آپ گذشتہ انبیاء سے بھی افضل ہیں۔ اور صحابہ تو یقیناً درجہ کے لحاظ سے آپ سے بہت نیچے ہیں۔ بلکہ آپ کا مقام تو وہ ہے۔ کہ آپ فرماتے ہیں ؂ صحابہ سے ملا جب مجھکو پایا یعنی جو شخص میرے ہاتھ پر بیعت کرتا اور سچے دل سے میری جماعت میں شامل ہو جاتا ہے۔ وہ ویسا ہی ہے۔ جیسے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ تھے۔ گویا آپ سے تعلق پیدا کر کے انسان آج بھی

صحابہ جیسا بن سکتا ہے

پھر آپ کے بعد اب خدا نے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مثیل قرار دیا ہے۔ پس جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لانے والے صحابہ سے جا ملے۔ اسی طرح وہ لوگ جو آج یا آئندہ میرے نقش قدم پر چلینگے جو میری اتباع میں اسلام اور احمدیت کے لئے ویسی ہی قربانیاں کریں گے۔ جیسے صحابہؓ نے کیں۔ چونکہ میں مسیح موعود کا مثیل ہوں۔ اس لئے وہ مجھ پر ایمان لانے اور میرے نقش قدم پر چلنے کی وجہ سے مسیح موعودؑ کے صحابہ کے مثیل ہو جائیں گے۔ اور وہ چونکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کے مثیل ہیں۔ اس لئے یہ بھی اس مماثلت کی وجہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں شامل ہو جائیں گے۔

وہ لفظ جو عام طور پر لوگوں کو دھوکا میں ڈالتا ہے اور جسے سنکر وہ سمجھتے ہیں۔ کہ اب شاید یہ مقام حاصل نہیں ہو سکتا۔

صحابی کا لفظ

ہے صحابی کے معنے ہوتے ہیں صحبت یافتہ شخص۔ پس وہ کہتے ہیں جو شخص رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوا ہی نہیں۔ اور جسے آپ کی صحبت نصیب ہی نہیں ہوئی۔ وہ صحابی کس طرح کہلا سکتا ہے۔ چاہے اپنے دل میں وہ کتنا ہی اخلاص رکھتا ہو۔ ہم اُسے صحابی نہیں کہینگے کیونکہ اُسے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب نہیں ہوئی۔ اس کیلئے یاد رکھو کہ

دو باتیں

ایسی ہیں۔ جن سے اس وسوسہ کا ازالہ ہو سکتا ہے۔ جہانتک صحابیت کے درجے اور مقام کا تعلق ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے آئندہ آنیوالے لوگوں کے لئے اس وجہ سے کہ ان کے دلوں میں پژمردگی پیدا نہ ہو۔

اخوان کا لفظ

استعمال کیا ہے۔ چنانچہ حدیثوں میں آتا ہے۔ ایک دفعہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے بعد جو لوگ پیدا ہوں گے۔ وہ میرے اخوان ہونگے۔ صحابہ نے کہا یا رسول اللہ کیا وہ اخوان ہوں گے ہم اخوان نہیں ہیں۔ حالانکہ دین کے لئے قربانیاں ہم کر رہے ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک تم دین کیلئے قربانیاں کر رہے ہو مگر تم میرے صحابی ہو۔ اور وہ لوگ میرے اخوان ہونگے۔ گویا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے متعلق جو بعد میں پیدا ہونیوالے تھے۔ اور جن پر صحابی کا لفظ ظاہراً اطلاق نہیں پا سکتا تھا۔ اخوان کا لفظ استعمال کیا ہے اور فرمایا ہے۔ کہ تم تو میرے صحابہ ہو مگر وہ میرے بھائی ہونگے۔ اور بھائی اور صحابی میں یہ فرق ہوتا ہے۔ کہ صحابی وہی ہوتا ہے جسے صحبت میسر آئے۔ لیکن بھائی وہ بھی ہو سکتا ہے جس کی دوسرے بھائی نے شکل بھی نہ دیکھی ہو۔ اور جو اس کی پیدائش سے پہلے فوت ہو چکا ہو یا اسکی موت کے بعد پیدا ہوا ہو۔ پس رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرما کر کہ آئندہ پیدا ہونیوالے میرے بھائی ہونگے۔ اس امر کی طرف اشارہ فرما دیا۔ کہ جہانتک محبت اور پیار اور موانست کے تعلقات کا سوال ہے۔ وہ لوگ کم نہیں ہونگے جیسے بھائی اپنے دوسرے بھائی سے محبت اور پیار کے تعلقات رکھتا ہے اسی طرح ان کے اور میرے تعلقات ہونگے لیکن چونکہ وہ میری مجلس میں نہیں بیٹھے ہونگے۔ اسلئے انہیں صحابہ نہیں کہا جائیگا اخوان کہا جائیگا۔ پس وہ لوگ جنکے دلوں میں یہ خلش پیدا ہوتی ہو کہ کاش ہم رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوتے۔ اور ہم بھی صحابی کہلاتے۔ انہیں یاد رکھنا چاہئے۔ کہ ان کیلئے اس

471

خلش اور بے کلی

کی کوئی وجہ نہیں۔ وہ بے شک صحابی نہ کہلا سکیں۔ مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اخوان کہلا سکتے ہیں۔ کیونکہ یہ وہ نام ہے۔ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود اُن کو دیا۔ پس وہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہم رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بھائی ہیں۔ اور یہ بھائی کا لفظ کوئی معمولی نہیں۔ بلکہ یہ وہ لفظ ہے جسے سن کر صحابہؓ کو تکلیف ہوئی۔ اور انہوں نے کہا۔ یا رسول اللہ کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں؟ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم میرے صحابہ ہو۔ کیونکہ تم میرے زمانہ میں ہو۔ اور تمہیں میری صحبت نصیب ہوئی ہے۔ بھائی وہ ہوں گے۔ جو بعد میں آئیں گے۔ اور جنہیں اس جسمانی قرب کا موقعہ نہیں ملا ہوگا۔ پس صحابہ کا جو مقام ہے۔ وہ یقیناً بعد میں آنے والوں کو حاصل ہو سکتا ہے۔ فرق صرف یہ ہے۔ کہ وہ لوگ صحابی کہلائے اور بعد میں آنے والوں کا نام رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھائی رکھا ہے۔ اور جب تم رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بھائی بن گئے۔ تو تمہارے دلوں میں یہ خلش کس طرح رہ سکتی ہے۔ کہ کاش ہمیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہؓ بننے کا موقع میسر آتا۔ تم رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے جسمانی طور پر نہیں ملے۔ مگر تم وہ ہو۔ جنہیں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا بھائی قرار دیا ہے۔ اور دنیا میں بھائی کا ہی ایک رشتہ ہے جو بغیر دوسرے بھائی سے ملنے کے بھی قائم ہو جاتا ہے۔ لیکن صحابی کا رشتہ ملے بغیر قائم نہیں ہوتا۔ پھر

ایک اور بات

بھی مدنظر رکھنی چاہیئے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو دین دیا ہے۔ وہ ایک زندہ دین ہے۔ اگر ہم اس دین اور مذہب پر چل کر خدا سے مل سکتے ہیں۔ جو وراء الوریٰ ہستی ہے۔ تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کیوں نہیں مل سکتے۔ لوگ یہ سمجھتے ہیں۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم چونکہ فوت ہو چکے ہیں اس لئے اب ہم اُن سے مل نہیں سکتے۔ حالانکہ ہم تو اس بات کے قائل ہی نہیں۔ کہ جو شخص فوت ہو جاتا ہے۔ وہ بالکل مٹ جاتا ہے۔ ہم تو اس بات کے قائل ہیں۔ کہ

موت کے بعد انسانی رُوح

زندہ رہتی ہے۔ اور اُسے اگلے جہان میں ایک اور جسم دے دیا جاتا ہے۔ جب ہمارا یہ اعتقاد ہے۔ تو کیا دنیا میں کوئی بھی شخص ایسا ہے جو یہ خیال کرتا ہو۔ کہ انسانی روح خدا تعالےٰ سے زیادہ لطیف ہے۔ بہرحال ہر شخص کو ماننا پڑے گا۔ کہ انسانی روح خواہ اس کے جسم کے مقابلہ میں کتنی ہی لطیف ہو۔ اللہ تعالےٰ سے زیادہ لطیف نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس کے مقابلہ میں نسبتاً کثیف اور مادہ کے زیادہ قریب ہوتی ہے۔ پھر جب ہم اس بات کے قائل ہیں۔ کہ

ہم خدا سے مل سکتے ہیں

اس کا قرب حاصل کر سکتے ہیں۔ اس کے کلام سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔ وہ ہماری دعائیں سنتا ہے۔ ہماری حاجات کو پورا کرتا ہے۔ ہماری ضروریات کا کفیل بنتا ہے۔ تو یہ کیسا بیہودہ خیال ہے۔ کہ چونکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فوت ہو چکے ہیں۔ اس لئے اب ہمیں آپ کی صحبت میسر نہیں آ سکتی۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روح تو الگ رہی ہم تو کافروں کی ارواح کے متعلق بھی اس بات کے قائل ہیں۔ کہ وہ زندہ ہیں پس جب ہر کافر کی روح زندہ ہے ہر مومن کی روح زندہ ہے۔ تو ہم کس طرح مان سکتے ہیں کہ

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی روح

نعوذ باللہ فنا ہو چکی ہے۔ اور جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی روح آج بھی زندہ ہے تو یقیناً آپ کا قرب بہت زیادہ ممکن ہے۔ اللہ تعالےٰ کی صفات کی حقیقت اور اس کی کُنہ کو پانا بہت مشکل ہوتا ہے۔ اور انسان بہت بڑی جدوجہد۔ بہت بڑی قربانیوں اور بہت بڑی عبادتوں کے بعد اپنے درجہ کے مطابق اس چیز کو حاصل کرتا ہے۔ لیکن محمد صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم چونکہ انسانوں میں کے ہی ایک انسان ہیں۔ اس لئے آپ کو سمجھنا اور آپ کی کُنہ کو پانا خدا تعالیٰ کی صفات کو سمجھنے اور اس کی کُنہ کو پانے سے بہت زیادہ آسان ہے۔ پس اگر انسان سچا اخلاص اور سچی محبت رکھنے والا ہو۔ تو اُسے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت کرنے اور آپ کی صحبت سے فائدہ اٹھانے اور آپ سے باتیں کرنے کے اس دنیا میں بھی کئی مواقع نصیب ہو سکتے ہیں اور جب بھی اُسے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہو جائے گی۔ یا آپ سے کوئی کلام سننے کی اسے سعادت حاصل ہو جائیگی وہ اُسی وقت آپ کا صحابی بن جائیگا۔ جیسے امت محمدیہ میں بہت سے لوگ ایسے گذرے ہیں۔ جنہوں نے کہا کہ ہمیں

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت

نصیب ہوئی۔ اور آپؐ نے ہم سے باتیں کیں۔ وہ لوگ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بھائی بھی تھے۔ مگر چونکہ محبت کے جوش کی وجہ سے وہ چاہتے تھے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت بھی ان کو نصیب ہو جائے۔ اس لئے خدا نے ان کی خواہش کو پورا کر دیا۔ اور انہیں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ملاقات میسر آگئی۔ اور وہ علاوہ بھائی ہونے کے آپ کے صحابی بھی ہو گئے۔ یہ خواہش آج بھی پوری ہو سکتی ہے۔ بلکہ آج اس خواہش کے پورا ہونے کے سامان بدرجۂ اتم موجود ہیں۔ اس لئے کہ پچھلے لوگوں کو خدا تعالےٰ کے قرب میں بڑھنے کا وہ موقعہ نہیں ملا۔ جو آج لوگوں کو مل رہا ہے۔ آج

خدا تعالیٰ کا زندہ کلام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر نازل ہوا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام وہ انسان ہیں۔ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے قرب میں اس قدر بڑھے۔ کہ آپ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک ہو گئے۔ آپ سے پہلے اسلام پر جو مردنی چھائی ہوئی تھی۔ اور جس طرح اسلام کا تجزیہ ان کے ہاتھوں ہو رہا تھا۔ اُسکا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے۔ کہ

مسلمانوں کی وحدت مٹ چکی تھی

ان کا اتحاد کسی ایک نقطۂ مرکزی پر نہیں رہا تھا۔ بلکہ ہندوستان میں مسلمانوں کا کوئی فرقہ کام کر رہا تھا۔ تو ایران میں مسلمانوں کا کوئی اور فرقہ اپنے رنگ میں اسلام کی خدمت سرانجام دے رہا تھا۔ عرب میں مسلمان کسی اور فرقہ کی طرف اپنے آپ کو منسوب کر رہے تھے تو شام اور مصر کے مسلمان کسی اور فرقہ میں داخل تھے۔ حالانکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم صرف ہندوستان کے رسول نہیں تھے۔ صرف ایران کے رسول نہیں تھے۔ صرف عرب کے رسول نہیں تھے۔ صرف شام اور مصر کے رسول نہیں تھے بلکہ ساری دنیا کے رسول تھے۔ جس طرح رب العالمین کی حکومت سب جہان پر ہے۔ اسی طرح رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے دائرہ سے دنیا کا کوئی خطہ اور دنیا کا کوئی ملک باہر نہیں۔ ہر اسود و احمر کی طرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ اور ایک ہی دین لیکر آئے۔ لیکن مسلمان فیج اعوج کے زمانہ میں اس طرح گروہ در گروہ ہو چکے تھے۔ کہ وہ وحدت جو مسلمانوں کی امتیازی شان تھی۔ بالکل مٹ گئی تھی۔ تب خدا نے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

کو مبعوث فرمایا۔ اور آپ کے ذریعہ ہمیں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ سے وہ مشابہت تامہ عطا کر دی جو پہلے لوگوں کو حاصل نہیں تھی۔ پہلے انسان اگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا چاہتا تھا۔ تو کوئی چشتیوں میں سے ہو کر کرتا تھا۔ کوئی نقشبندیوں میں سے ہو کر کرتا تھا۔ کوئی سہروردیوں میں سے ہو کر کرتا تھا۔ کوئی قادریوں میں سے ہو کر کرتا تھا۔ اور یہ تو چند بڑے بڑے فرقوں کے نام ہیں۔ ان کے علاوہ اور ہزاروں روحانی فرقے مسلمانوں میں پیدا ہو چکے تھے۔ لیکن آج حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ہاتھ کے ذریعہ پھر ساری دنیا کو

محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے

جمع کر دیا ہے۔ پس آج جو شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے وہ براہ راست محمدی سلسلہ میں داخل ہو کر آپ سے محبت کرتا ہے۔ وہ قادری سلسلہ میں داخل ہو کر آپ سے محبت نہیں کرتا۔ وہ چشتی سلسلہ میں داخل ہو کر آپ سے محبت نہیں کرتا۔ وہ نقشبندی سلسلہ میں داخل ہو کر آپ سے محبت نہیں کرتا۔ وہ سہروردی فرقہ میں داخل ہو کر آپ سے محبت نہیں کرتا۔ بلکہ محمدی سلسلہ میں داخل ہو کر آپ سے محبت کرتا ہے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی نوع انسان کو پہلے لوگوں سے بہت زیادہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے قریب کر سکتے اور انہیں آپ کی صحبت سے مستفیض ہونیکے مواقع بہم پہنچا سکتے ہیں۔ پہلے

محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی مجلس

میں لیجانیوالے حضرت معین الدین صاحب چشتی یا حضرت سید عبد القادر صاحب جیلانی وغیرہ تھے۔ مگر آج محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں لے جانے کیلئے

مثیل محمد موجود ہے۔ اور یہ صاف بات ہے کہ جہاں مثیل محمد پہنچ سکتا ہے۔ وہاں محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی جزوی نمونہ نہیں پہونچ سکتا۔ پس اللہ تعالےٰ نے ہمیں وہ زمانہ عطا فرمایا ہے۔ جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلی نمونہ ہم میں آیا۔ اور جہاں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلی نمونہ ہمیں پہنچا سکتا ہے وہاں یقیناً کوئی اور انسان ہمیں نہیں پہنچا سکتا۔ پس آج رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرب حاصل کرنے آپ کی صحبت میں بیٹھنے اور رویا و کشوف میں آپ کو دیکھنے کے پہلے سے بہت زیادہ مواقع میسر ہیں۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد بھی اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ فیوض کو بند نہیں کر دیا۔ بلکہ جیسا کہ پیشگوئی کی گئی تھی۔ اللہ تعالےٰ نے پھر اس زمانہ میں مجھے آکر بتا دیا۔ کہ

انا المسیح الموعود مثیلہ وخلیفتہ

میں مسیح موعود کا مثیل اور اس کا خلیفہ اور جانشین ہوں۔ گویا وہی نام جو مسیح موعود کو دیا گیا تھا۔ اب مجھے دیکر جماعت کو اور زیادہ بشارت دے دی گئی۔ کہ ابھی تمہارے لئے خدا تعالےٰ کے قرب میں ترقی کرنے کے لئے ویسی ہی آسانیاں ہیں جیسی آسانیاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں تمہیں میسر تھیں۔ تم آج بھی اسی طرح خدا تعالےٰ کے قرب میں ترقی کر سکتے۔ اور محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرب حاصل کر سکتے ہو۔ جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں تم حاصل کیا کرتے تھے۔ کیونکہ مسیح موعود کا ایک مثیل اور بروز تم میں موجود ہے۔ مگر یہ مقام انسان کو حاصل نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنی قربانیوں سے اس بات کو ثابت نہیں کر دیتا۔ کہ وہ واقعہ میں اس مقام اور انعام کا مستحق ہے۔ محض اس بات پر خوش ہو جانا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام آئے۔ اور ہم آپ کے صحابی بن گئے۔ یا مسیح موعود آیا۔ اور ہم اس پر ایمان لا کر صحابہ مسیح موعود کے مثیل بن گئے۔ تمہیں حقیقتہً اس مقام بلند کا مستحق نہیں بنا سکتا جب تک تم اپنی قربانیوں اور اپنی عبادتوں اور اپنی نیکیوں میں ویسی ہی ترقی نہ کرو جیسی پہلے لوگوں نے کی۔ ہاں اگر تم ویسی ہی قربانیاں کرو ویسی ہی عبادتیں بجا لاؤ۔ ویسی ہی نیکیوں کے حصول کی جدوجہد کرو۔ جس طرح کہ پہلے بزرگ کیا کرتے تھے۔ تو پھر یقین رکھو کہ وہ منزل جو انہیں دس قدم چل کر ملی۔ تمہیں چھ قدم چل کر مل جائیگی۔ مگر بہر حال تمہیں چلنا ضرور پڑے گا۔ پھر جس سہولت اور آسانی کے ساتھ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ والوں کو صحابیت کا مقام حاصل ہو گیا۔ اسی کے قریب قریب سہولت اور آسانی کے ساتھ تمہیں بھی یہ مقام حاصل ہو جائیگا۔ مگر بہر حال یہ مقام تمہیں اسی وقت ملے گا۔ جب تم صحابہ کے قریب قریب اپنی قربانیوں کو پہنچا دو گے درمیانی زمانہ میں جب

نور نبوت سے بہت بُعد

پیدا ہو چکا تھا۔ مسلمانوں کو بہت بڑی مشکلات اور بہت بڑی کوششوں کے بعد یہ مقام حاصل ہوا۔ اور وہ بھی انفرادی طور پر صرف چند مسلمانوں کو۔ کیونکہ ان کے لئے کوئی ایسا سہارا نہ تھا۔ جس پر ٹیک لگا کر وہ سہولت سے ان مدارج قرب کو طے کر سکتے۔ لیکن اس زمانہ میں خدا تعالےٰ نے تمہارے لئے کئی قسم کے سہارے بہم پہنچائے ہوئے ہیں۔ اور تم ان سہاروں کے ذریعہ آسانی سے ان مقامات قرب کو حاصل کر سکتے ہو۔ مگر

قربانیاں بہر حال ضروری

ہونگی۔ پس اس بات پر خوش مت ہو کہ تمہارے لئے صحابیت کا دروازہ آج بھی کھلا ہے اس دروازے کا کھلنا تمہارے لئے عمل کا موجب ہونا چاہیئے۔ سستی اور غفلت کا موجب نہیں ہونا چاہیئے۔ پہلے لوگوں پر نا امیدی کی وجہ سے سستی طاری ہوئی۔ اور اب ہو سکتا ہے۔ کہ کچھ لوگ محض اس امید کی وجہ سے کہ دروازہ تو کھلا ہے جب چاہیں گے داخل ہو جائیں گے۔

سستی اور غفلت

میں مبتلا ہو جائیں۔ اور اس دروازے کا کھلنا ان کے لئے کسی خیر اور برکت کا موجب نہ ہو سکے۔ پس یہ مقام تو تمہیں مل سکتا ہے مگر ملے گا قربانیوں کے بعد ہی۔ انہی قربانیوں کے بعد جو صحابہ نے کیں۔ اور جن کا ذکر سنکر آج بھی

انسانی بدن کے رونگٹے

کھڑے ہو جاتے ہیں۔ وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے۔ اور کچھ ایسے عشق اور محبت سے بھر گئے۔ کہ اپنی تمام جائیداد میں انہوں نے چھوڑ دیں۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت سے مستفیض ہونے کے لئے مدینہ جا پہنچے۔ اور آپ کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ تم غور کرو۔ آج کتنے لوگ ہیں۔ جو اس قسم کی قربانی کرنے کے لئے تیار ہیں۔

اسلام کی فتح اور کامیابی

کے لئے کئی قسم کی جنگوں کی ضرورت ہے۔ اور کئی لڑائیاں ایسی ہیں۔ جن کو آج بھی لڑا جائے۔ تو اسلام کے لئے فتح کا ایک نیا باب کھل سکتا ہے۔ مگر چونکہ یقین نہیں ہوتا۔ کہ اگر جماعت کو اس لڑائی کا حکم دیا گیا تو وہ پوری طرح اس کے لئے تیار بھی ہوگی یا نہیں۔ وہ

اعلان جنگ کا جواب

اپنے شاندار نمونہ سے دیگی۔ یا سستی اور غفلت کا نمونہ دکھائے گی۔ اس لئے ان جنگوں کو دوسرے وقت پر ملتوی کر دیا جاتا ہے۔ تا کہ جماعت سے اس وقت ان قربانیوں کا مطالبہ ہو۔ جب اس کا قدم مضبوط ہو۔ اور اس میں اضمحلال کے آثار نہ ہوں۔ اس طرح وقت گذرتا جا رہا ہے۔ اور اسلام کی فتح کا دن ہم سے دور ہوتا جا رہا ہے۔ تم میں سے کوئی شخص کہہ سکتا ہے۔ کہ اسے ذاتی طور پر جماعت کے متعلق یہ تسلی ہے۔ کہ اسے جن قربانیوں کے لئے بھی کہا جائے۔ وہ ان کے لئے پوری طرح تیار ہوگی۔ مگر مجھے چونکہ پوری تسلی نہیں۔ کہ جماعت میں

قربانی کا پورا مادہ

پایا جاتا ہے۔ اس لئے جتنا جتنا زمانہ دیکھا جاتا ہے۔ اس کے مطابق جماعت کے سامنے اعلان کر دیا جاتا ہے۔ اور بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے۔ جب اللہ تعالےٰ زبردستی کسی قربانی کا اعلان کرا دیتا ہے۔ اس وقت وہ اس مطالبہ کو پورا کرنے کا خود ذمہ دار ہوتا ہے۔ ہمیں فکر نہیں ہوتا۔ کہ یہ مطالبہ کس طرح پورا ہوگا۔ بہر حال میں دیکھتا ہوں۔ کہ جماعت میں ابھی ایسی تبدیلی پیدا نہیں ہوئی۔ اور جماعت ایسے مقام پر نہیں پہنچی۔ کہ اُسے

جو بھی حکم دیا جائے

اسے ماننے کے لئے وہ تیار ہو جائے بعض قسم کی قربانیاں ایسی ہیں۔ جن کی روح جماعت میں پیدا ہو چکی ہے۔ اور جماعت ان کے متعلق بے شک اچھا نمونہ دکھا رہی ہے۔ گو اس میں بھی ابھی کمزوری پائی جاتی ہے۔ اور ابھی اس میں بھی ترقی کی گنجائش ہے۔ لیکن باقی قربانیاں تو ایسی ہیں۔ کہ ابھی جماعت کا قدم ان کی طرف اٹھا ہی نہیں۔ حالانکہ ایمان ایک عمارت کا نام ہے۔ ایک ایسی عمارت کا جس کی شرقی جانب بھی درست ہو۔ جس کی غربی جانب بھی درست ہو۔ جس کی شمالی جانب بھی درست ہو۔ جس کی جنوبی جانب بھی درست ہو۔ جس کی چھت بھی درست ہو۔ جس کی کھڑکیاں بھی درست ہوں۔ جس کے روشندان بھی درست ہوں۔ جس کے دروازے بھی درست ہوں۔ جس کا فرش بھی درست ہو۔ اور جس کا پلستر بھی درست ہو۔ اسی طرح جب تک

دین کے سارے حصے

درست نہ ہوں۔ اور جب تک سارے معاملات میں کوئی شخص اعلیٰ نمونہ پیش نہ کر رہا ہو۔ وہ کامل مومن نہیں کہلا سکتا۔ اور جب کامل مومن نہیں کہلا سکتا۔ تو صحابی کس طرح کہلا سکتا ہے۔ صحابی ایک روحانی درجے کا نام ہے۔

صحابی وہ ہے

جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں بیٹھا اور جس نے اپنے دین کے سارے حصوں کو مکمل کر لیا۔ پس صحابی وہ ہے کہ جسے اگر جان کی قربانی کا سوال ہو۔ تو وہ اسکے لئے تیار ہو۔ اگر مال کی قربانی کا سوال ہو۔ تو وہ اس کے لئے تیار ہو۔ اگر وقت کی قربانی کا سوال ہو۔ تو وہ اس کے لئے تیار ہو۔ اگر جذبات کی قربانی کا سوال ہو۔ تو وہ اس کے لئے تیار ہو۔ اگر وطن کی قربانی کا سوال ہو۔ تو وہ اس کے لئے تیار ہو۔ غرض جس جس قربانی کا سوال ہو۔ وہ اس کے کرنے کے لئے پوری طرح تیار ہو۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضہ کو دیکھ لو۔ انہوں نے کس طرح رات اور دن قربانیاں کیں۔ اور اسلام کی اشاعت کے لئے اپنی جانوں اور اپنے مالوں کو قربان کر دیا۔ ہم اپنے زمانہ میں دیکھتے ہیں۔ بڑی بڑی زبردست باتیں بیان کی جاتی ہیں۔ بڑی بڑی تقریریں کی جاتی ہیں۔ بڑی بڑی علمی اور روحانی باتیں بتائی جاتی ہیں۔ لوگ ان باتوں کو سنتے ہیں۔ سر بھی ہلاتے ہیں۔ سبحان اللہ بھی کہتے جاتے ہیں۔

زندہ باد کے نعرے بھی ان کی زبانوں سے سُنے جاتے ہیں۔ مگر ہم سمجھ رہے ہوتے ہیں۔ کہ جب یہ لوگ اپنے گھروں کو جائیں گے۔ تو یہ سبق ان کو بھولا ہوا ہوگا۔ اور اگر ان سے پوچھو کہ کیا کہا گیا تھا۔ تو یہی جواب دیں گے۔ کہ ہمیں تو یاد نہیں۔ صرف اتنا پتہ ہے۔ کہ

خدا اور رسول کی باتیں

بتائی گئی تھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دفعہ عورتوں میں ان کی تربیت کے لئے مختلف لیکچر دینے شروع کئے۔ اور کئی دن تک آپ لیکچر دیتے رہے۔ ایک دن آپ نے فرمایا۔ کہ ہمیں عورتوں کا امتحان بھی لینا چاہیئے۔ تا معلوم ہو۔ کہ وہ ہماری باتوں کو کہاں تک سمجھتی ہیں۔ باہر سے ایک خاتون آئی ہوئی تھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان سے پوچھا۔ بتاؤ مجھے آٹھ دن لیکچر دیتے ہو گئے ہیں۔ میں نے ان لیکچروں میں کیا بیان کیا ہے۔ وہ کہنے لگی۔ یہی خدا اور رسول کی باتیں آپ نے بیان کی ہیں۔ اور کیا بیان کیا ہے۔ آپ کو اس جواب سے اسقدر صدمہ ہوا۔ کہ آپ نے لیکچروں کے اس سلسلہ کو ہی بند کر دیا۔ اور فرمایا۔ ہماری عورتوں میں ابھی اس قسم کی غفلت پائی جاتی ہے کہ معلوم ہوتا ہے۔ ابھی وہ

بہت ابتدائی تعلیم کی محتاج

ہیں۔ اعلیٰ درجہ کی روحانی باتیں سُننے کی ان میں استعداد ہی نہیں۔ یہی بعض مردوں کا حال ہے۔ اس کے مقابلہ میں صحابہؓ کو دیکھو۔ وہ کس طرح رات اور دن رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی باتوں کو سنتے اور پھر ان پر عمل کرنے کے لئے کھڑے ہو جاتے۔ انہوں نے آپ کی چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی بات کو لیا۔ اور دنیا میں نہ صرف اس کو پھیلا دیا۔ بلکہ اس پر عمل کر کے بھی دکھا دیا۔

میں یہاں لاہور میں مغرب کے بعد روزانہ بیٹھتا ہوں۔ اور مجلس میں کئی قسم کی باتیں ہوتی رہتی ہیں۔ اگر

لاہور کے لوگ

میری ان باتوں کو اسی طرح رکھیں۔ جس طرح صحابہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی باتیں تعہد کے ساتھ یاد رکھا کرتے تھے۔ تو میں سمجھتا ہوں۔ یہی باتیں ان کی زندگی کی کایا پلٹ کر رکھ دیں۔ لیکن اگر اسی وقت پوچھا جائے۔ کہ کل میں نے کیا کیا باتیں بیان کی تھیں۔ تو کئی لوگ کھڑے ہو کر کہہ دیں گے۔ ہمیں اس وقت مزا تو بڑا آیا تھا۔ مگر یہ یاد نہیں رہا۔ کہ آپ نے کیا کہا تھا۔ اگر

یہاں کی جماعت

صحابہ کے طریق پر عمل کرے۔ اور نہ صرف باتیں سنے۔ بلکہ ان کو یاد کرے۔ اور دوسروں تک ان باتوں کو پہنچائے۔ تو ان باتوں سے جماعت کو غیر معمولی فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ آجکل ایک نوجوان میری ان باتوں کو لکھ بھی رہا ہے۔ اور اس طرح وہ باتیں محفوظ ہو رہی ہیں اگر مجھ سے نظر ثانی کرانے کے بعد

"تفہیمات لاہوریہ"

کے نام سے یا اور کسی مناسب نام سے ان تمام باتوں کو ایک رسالہ کی صورت میں شائع کر دیا جائے۔ اور لاہور کے دوست ہی اس کے اخراجات برداشت کریں۔ تو میں سمجھتا ہوں۔ یہاں کی جماعت کی تربیت اور اسکی ترقی کے لئے یہ ایک نہایت ہی مفید چیز ہوگی۔ مگر صرف اتنا ہی کافی نہیں۔ کہ ان باتوں کو ایک رسالہ کی صورت میں شائع کر دیا جائے۔ بلکہ یہ بھی ضروری ہے۔ کہ جماعت ان باتوں کو یاد کرے۔ میں یہ نہیں کہتا۔ کہ وہ اس کے الفاظ یاد کریں۔ میں یہ کہتا ہوں۔ وہ اس کے مضمون اور اسکی روح اور اسکے مفہوم کو یاد کریں۔ اور نہ صرف خود پڑھیں۔ بلکہ دوسروں کو بھی پڑھائیں۔ اور جب بعد میں لاہور میں اور لوگ ایسے آئیں۔ جو ان مجالس میں شامل نہیں ہوئے۔ تو ان کو وہ تمام باتیں ایک ایک کر کے سنائیں۔ جس طرح صحابہ رضی اللہ عنہم ایک دوسرے کو حدیثیں سنایا کرتے تھے۔ یہ طریق ہے۔ جس پر عمل کر کے وہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ خالی باتیں سننا اور ان پر عمل نہ کرنا کوئی مفید نتیجہ پیدا نہیں کرتا۔ پس

لاہور والوں کو چاہیئے

وہ "تفہیمات لاہوریہ" کے نام سے ان تمام باتوں کو ایک کتابی صورت میں شائع کر دیں۔ اور پھر اس کا باقاعدہ درس دیں۔ اور ایک دوسرے کو بتائیں۔ کہ میں نے کیا کہا ہے۔ اور پھر اس امر کی نگرانی کریں کہ لوگوں نے ان باتوں کو یاد کیا ہے یا نہیں کیا۔ اگر یہاں کی جماعت کے دوست ایسا کریں تو یقیناً ان کی زندگیوں میں ایک

نمایاں تبدیلی

پیدا ہو جائے گی۔ دنیا میں کوئی انسان ایسا نہیں ہوتا۔ جو کسی قیمتی چیز کو ضائع کر دے۔ کیا تم نے کبھی سنا کہ کوئی شخص کہہ رہا ہو۔ کہ فلاں جگہ سونے کی بارش ہوئی تھی۔ مگر میں نے کہا۔ سونے کو کیا اکٹھا کرنا ہے۔ اگر ضائع ہوتا ہے۔ تو بے شک ہو جائے۔ اگر کوئی شخص ایسا کہے۔ تو سب اس پر ہنسیں گے کہ کیسا احمق ہے۔ جس کے سامنے سونے کی بارش ہوئی۔ اور اس نے اس کو اکٹھا نہ کیا۔ اگر واقع میں سونے کی بارش ہوئی تھی۔ تو اس کا یہ بھی تو فرض تھا۔ کہ اس سونے کو اکٹھا کرتا۔ اور اسکو اہمیت دیتا۔ اسی طرح

دینی باتیں

سنکر صرف یہ کرنا کہ کسی بات پر ہنس دینا اور کسی پر افسوس کا اظہار کر دینا یہ ہرگز کسی عقلمند انسان کا طریق نہیں ہو سکتا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم یہ نہیں کرتے تھے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کسی بات پر واہ واہ کہہ دیں۔ کسی بات پر افسوس کا اظہار کر دیں۔ اور پھر خالی ہاتھ اپنے گھروں کو چلے جائیں وہ ایک ایک بات کو سنتے اور اس نیت اور اس ارادہ کے ساتھ سنتے تھے۔ کہ ہم اس پر عمل کریں گے۔ یہی طریق اگر لاہور والے اختیار کریں۔ تو بہت کچھ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ پھر

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابیں

ہیں۔ ان کو پڑھنا اور ان سے فائدہ اٹھانا بھی جماعت کے اہم ترین فرائض میں سے ہے۔ مگر یاد رکھو۔ صرف لذت حاصل کرنے کے لئے تم ایسا مت کرو۔ بلکہ فائدہ اٹھانے اور عمل کرنے کی نیت سے تم ان امور کی طرف توجہ کرو تم

لذت حاصل کرنے کے لئے

سارا قرآن پڑھ جاؤ۔ تو تمہیں کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔ لیکن اگر تم اللہ تعالیٰ کی صفات پر غور کرتے ہوئے اسکی محبت کے جوش میں ایک دفعہ بھی سبحان اللہ کہہ لو۔ تو وہ تمہیں کہیں کا کہیں پہنچا دیگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دفعہ مجلس میں بیان فرمایا کہ بعض دفعہ ہم تسبیح کرتے ہیں۔ تو ایک تسبیح سے ہی ہم کہیں کے کہیں جا پہنچتے ہیں۔ میں اس مجلس میں موجود نہیں تھا۔ ایک نوجوان نے یہ بات سنی۔ تو وہ وہاں سے اٹھ کر میرے پاس آیا اور کہنے لگا۔ خبر نہیں آج حضرت صاحب نے یہ کیا کہا ہے۔ وہ صاحب تجربہ نہیں تھا۔ مگر میں اس عمر میں بھی صاحب تجربہ تھا۔ حالانکہ میری عمر اس وقت سترہ اٹھارہ سال کی تھی۔ میں نے جب اس سے یہ بات سُنی۔ تو میں نے کہا۔ ہاں۔ ایسا ہوتا ہے۔ وہ کہنے لگا۔ کس طرح۔ میں نے کہا۔ کئی دفعہ میں نے دیکھا ہے۔ کہ میں نے اپنی زبان سے ایک دفعہ ہی سبحان اللہ کہا۔ تو مجھے یوں معلوم ہوا۔ جیسے میری روحانیت اڑ کر کہیں سے کہیں جا پہنچی ہے۔ وہ یہ سنتے ہی نہایت تحقیر سے کہنے لگا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ اسکی وجہ یہی تھی۔ کہ اس نے کبھی سنجیدگی سے

سبحان اللہ کے مضمون پر غور

ہی نہیں کیا تھا۔ اسے سارا سارا دن سبحان اللہ کہہ کر کچھ نہیں ملتا تھا۔ مگر میں اپنے ذاتی تجربہ کی وجہ سے جانتا تھا۔ کہ کئی دفعہ ایسا ہوا۔ کہ جب میں نے سبحان اللہ کہا۔ تو مجھے یوں محسوس ہوا۔ کہ پہلے میں اور تھا۔ اور اب میں کچھ اور بن گیا ہوں۔ دیکھو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی اس مضمون کو کس عمدگی کے ساتھ بیان کیا ہے۔ حالانکہ میں نے اس وقت تک بخاری نہیں پڑھی تھی۔ مگر میرا تجربہ صحیح تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں۔ کلمتان حبیبتان الی الرحمٰن خفیفتان علی اللسان۔ دو کلمے ایسے ہیں۔ کہ رحمٰن کو بہت پیارے ہیں۔ خفیفتان علی اللسان زبان پر بڑے ہلکے ہیں۔ انسان ان الفاظ کو نہایت آسانی کیساتھ نکال سکتا ہے۔ کوئی بوجھ اسے محسوس نہیں ہوتا۔ ثقیلتان فی المیزان۔ لیکن قیامت کے دن جب اعمال کے وزن کا سوال آئیگا۔ تو وہ بڑے بھاری ثابت ہوں گے۔ اور جس پلڑے میں ہوں گے اسے بالکل جھکا دیں گے۔ وہ کیا ہیں۔

سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم

مجھے ان کلمات کے پڑھنے کی بڑی عادت ہے۔ اور میں نے دیکھا ہے بعض دفعہ ایک ایک مرتبہ ہی ان کلمات کو کہنے سے میری روح اڑ کر کہیں کی کہیں جا پہنچتی ہے۔ تو

اصل چیز

یہی ہے۔ کہ تم سنجیدگی سے اللہ تعالیٰ کے احکام پر غور کریں۔ اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ تم صحابہ رضی اللہ عنہم کبھی خواہش سے نہیں بن سکتے تم میرے متعلق خواہ کسقدر سمجھو۔ کہ مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے مشابہت ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مشابہت ہے تمہیں خالی ایسے اعتقاد صحابیت کے مقام تک نہیں پہنچا سکتے۔ صحابہ تم تبھی بنو گے جب تم اپنی قوت [illegible]

اور دین کی باتوں پر عمل کرنے کے لئے کھڑے ہو جاؤ گے کیا یہ ممکن ہے کہ تمہیں ایک پیسہ ملے اور تم اسے چھوڑ دو۔ یا کوئی شخص تسلیم کر سکتا ہے کہ تمہیں راستہ میں پڑی ہوئی ایک سوئی ملے اور تم اسے نہ اٹھاؤ جب تم ایک پیسہ لینے کیلئے بھی تیار ہو جاتے ہو جب تم ایک سوئی اٹھانے کے لئے بھی تیار ہو جاتے ہو تو یہ کسطرح ہو سکتا ہے کہ ایک فیلڈ کا خزانہ تمہارے سامنے پیش کیا جائے اور تم اس کو رد کر دو۔ اور اگر تم اس کو رد کر دیتے ہو تو اس کے سوائے اس کے اور کوئی معنی نہیں کہ تمہیں اعتبار ہی نہیں کہ جو چیز تمہارے سامنے پیش کی جا رہی ہے۔ وہ ایک خزانہ ہے۔ نہ صرف تمہارے لئے نہ صرف تمہاری نسلوں کے لئے بلکہ قیامت تک آنیوالے تمام لوگوں کے لئے بھی۔ پس

اپنی روحانی بینائی کو درست کرو

اور دین کا خزانہ جو تمہارے سامنے ہے اُس کی عظمت اور اہمیت کو سمجھو۔ پھر تمہیں وہ انعامات بھی حاصل ہو جائیں گے۔ جو تم سے پہلے لوگوں کو حاصل ہوئے ہیں تنے تیار کیا تمہارے لئے

ایک ضروری امر

یہ ہے کہ یہاں مجلس میں جو باتیں ہوتی ہیں ان کو سنو پھر سن کر یاد رکھو اور یاد رکھنے کے بعد عمل کرنے کی کوشش کرو۔ بلکہ جب تمہیں موقع ملے ان باتوں کو رسالہ کی صورت میں چھپوا دو۔ لاہور کے آدمیوں کا فرض ہونا چاہیئے کہ وہ خصوصیت سے اس کے مضامین کو یاد رکھیں دوسروں کو سنائیں اور بار بار ان کو اپنے مطالعہ میں لائیں اس طرح دینی امور کی اہمیت بھی ان کے دلوں میں پیدا ہو جائے گی۔ اور صحابہؓ کے مقام تک پہنچانے والے اعمال بھی ان سے صادر ہونے شروع ہو جائیں گے۔ اگر یہ بات نہیں تو یوں ہی مجلس میں بیٹھ جانا اور باتوں کا مزا حاصل کرنا۔ اور عمل کے لئے کوئی قدم نہ اُٹھانا ایک لغو چیز ہے اور یہ داستان امیر حمزہ سننے والی بات ہے۔ دلی اور لکھنؤ میں داستان امیر حمزہ لوگ بڑے شوق سے سنتے بلکہ بعض دفعہ رات کے دو دو بجے تک سنتے رہتے ہیں۔ وہ اسے سنتے وقت سبحان اللہ بھی کہتے ہیں۔ استغفر اللہ بھی کہتے ہیں ان کے دل بھی اس وقت جھوم رہے ہوتے ہیں مگر جب وہاں سے اُٹھتے ہیں تو بالکل خالی ہاتھ ہوتے ہیں۔ نہ اُن کے دلوں پر کوئی اثر ہوتا ہے۔ اور نہ ان کے جوارح پر کوئی اثر ہوتا ہے۔ پس جب تک دین کی باتوں پر

سنجیدگی کے ساتھ غور

نہ کیا جائے اس وقت تک خدا تعالیٰ کا قرب حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس وقت تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس وقت تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قرب حاصل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہ تو وفات یافتہ ہیں۔ اس وقت تک ہماری مجلس میں بیٹھنے والے بھی ہم سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کر سکتے۔ وہ بظاہر ہماری مجلس میں بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں۔ لیکن وہ ہم سے ہزاروں میل دور رہتے ہیں۔ کیونکہ ان کے دل ہم سے دور ہوتے ہیں اور ہم میں اور اُن میں کوئی روحانی اتصال نہیں ہوتا۔ پس

یہ رستے کھلے ہیں

اور ہمیشہ کھلے رہیں گے۔ جو شخص خدا تعالیٰ کے قرب کے ان راستوں کو بند قرار دیتا ہے۔ وہ نہایت ہی ظالم انسان ہے۔ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہے۔ وہ خدا کا دشمن ہے۔ وہ انسانیت کا دشمن ہے۔ وہ ایمان کا دشمن ہے مگر اس رستے کے کھلے ہونے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ تمہیں آپ ہی آپ تمام مقامات قرب حاصل ہو جائیں گے۔ رستہ بیشک کھلا ہے مگر یہ قربانیوں کا رستہ ہے۔ اس راستہ پر چلے بغیر تمہیں کچھ بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔

میں دیکھتا ہوں کہ ادب جو دین کا اہم ترین حصہ ہے۔ وہ ابھی تک ہماری جماعت کے بعض لوگوں میں نہیں پایا جاتا۔ بعض دفعہ مجلس میں جب کوئی غیر شخص سوال کر رہا ہو۔ تو اسے ایسا جواب دینا پڑتا ہے۔ جو اپنے اندر مذاق کا رنگ رکھتا ہے تم کسی تاریخ سے یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ ایسے موقع پر صحابہؓ

قہقہہ مار کر

ہنستے ہوں۔ مگر اپنی مجلس میں میں نے دیکھا ہے جب کسی مخالف کو کوئی ایسا جواب دیا جاتا ہے تو لوگ قہقہہ مار کر ہنس پڑتے ہیں۔ اور وہ شخص شرمندہ ہو جاتا ہے۔ حالانکہ وہ ہمارا مہمان ہوتا ہے اور اس کا ادب ہم پر واجب ہوتا ہے۔ بیشک ایسی حد تک جو جائز ہو اس جواب سے لذت اندوز ہونا درست ہوتا ہے۔ مگر کوئی ایسا طریق جائز نہیں جو

آداب مجلس

کے بھی خلاف ہو۔ اور مہمان کی دل شکنی کا بھی موجب ہو۔ اسی طرح اور بہت سی باتیں ہیں۔ جن کی طرف ہماری جماعت کو توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ مگر وہ ایک دن میں آنے والی نہیں۔ جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے آپ کی مجلس میں بیٹھ کر سیکھا

خدا تعالیٰ نے اُن تمام باتوں کو ہم پر کھول دیا ہے اُن کی حقیقت اس نے ہمیں سمجھا دی ہے۔ اور اُن امور پر عمل کر کے یقیناً ہمیں

صحابہؓ کا مقام

حاصل ہو سکتا ہے۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اگر ہم بعض صحابہؓ سے بھی بڑا درجہ حاصل کرنا چاہیں تو حاصل کر سکتے ہیں۔ بلکہ ہم اپنے درجہ میں ترقی کر کے وہ مقام بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ جب ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بروزین جائیں۔ بلکہ اگر کوئی شخص مجھ سے پوچھے کہ کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کوئی شخص بڑا درجہ حاصل کر سکتا ہے؟ تو میں کہا کرتا ہوں خدا نے اس مقام کا دروازہ بھی بند نہیں کیا۔ مگر تم میرے سامنے وہ آدمی تو لاؤ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مقامات قرب کے حصول میں زیادہ سرعت اور تیزی کے ساتھ اپنا قدم اٹھانے والا ہو۔ ہو سکنا اور چیز ہے اور ہونا اور چیز ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ تو عیسائیوں سے کہہ دے کہ اگر خدا کا بیٹا ہوتا تو میں سب سے پہلے اس کی عبادت کرنے والا ہوتا۔ اب اس کا یہ تو مطلب نہیں کہ واقعہ میں خدا کا کوئی بیٹا ہے۔ اسی طرح ہم یہ نہیں کہتے کہ دنیا میں کوئی شخص ایسا ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درجہ میں آگے نکل گیا۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی شخص بڑھنا چاہے تو بڑھ سکتا ہے۔ خدا نے اس دروازے کو بند نہیں کیا۔ مگر عملی حالت یہی ہے کہ کسی ماں نے کوئی ایسا بچہ نہیں جنا اور نہ قیامت تک کوئی ایسا بچہ جن سکتی ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ سکے۔ وہ شخص جو روحانی میدان میں لنگڑا ہے جو دو قدم بھی صحیح طور پر نہیں چل سکتا

قرب کا میدان

تو اس کے لئے بھی کھلا ہے۔ مگر وہ کہاں برق رفتار انسانوں کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو وہ انسان ہیں جو ایک سیکنڈ میں کروڑوں میل خدا تعالیٰ کے قرب میں بڑھ جاتے ہیں۔ اور لوگوں کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ سالوں میں بھی ایک منزل طے نہیں کر سکتے۔ اُن کا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ ہی کیا ہے پس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ سکنا اور چیز ہے۔ اور بڑھ جانا اور چیز ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جس شان اور شوکت کے ساتھ خدا تعالیٰ کے قرب میں بڑھتے ہیں اس شان اور شوکت کے ساتھ کوئی شخص بڑھ کر دکھائے کا

تو پھر یہ سوال بھی پیدا ہو سکتا ہے۔ مگر جب کوئی شخص ہمیں ایسا نظر نہیں آتا جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مقامات قرب طے کر سکا ہو۔ یا آئندہ کر سکتا ہو۔ تو بہر حال محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سب سے افضل رہے۔ وہی سب کے سردار اور وہی سب کے آقا رہے۔ لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ صحابہؓ سے تو یقیناً انسان زیادہ قرب حاصل کر سکتا ہے اور یقیناً ان سے بڑھ سکتا ہے۔ آخر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان سے بڑھ کر دکھا دیا یا نہیں۔ مگر یہ مقام محض منہ کی لاف گزاف سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ تم منہ سے ہزار بار مچا کے مارتے جاؤ۔ اور کہو میں فرنی کھا رہا ہوں میں پلاؤ کھا رہا ہوں۔ میں زردہ کھا رہا ہوں تو تمہیں فرنی اور پلاؤ اور زردہ کا مزہ نہیں آ سکتا۔ تمہارا پیٹ ان خالی مچاکوں سے بھر نہیں سکتا۔ اسی طرح تم محض خواہش سے صحابیت کا درجہ حاصل نہیں کر سکتے تم یہ مقام حاصل کر سکتے ہو۔ مگر اس طرح کہ عمل کرو اور ایسا عمل کرو کہ وہ تمہاری

رگ رگ اور نس نس میں

سمویا جائے۔ تم نماز پڑھو تو سنوار کر پڑھو۔ تم الحمد للہ کہو تو تمہیں یہ معلوم نہ ہو کہ تم ایک لفظ اپنی زبان سے نکال رہے ہو۔ بلکہ تمہیں یوں معلوم ہو کہ تم الحمد للہ کا مضمون کھا رہے ہو۔ تم رب العلمین کہو تو تمہیں یہ معلوم ہو کہ تم خالی الفاظ اپنی زبان سے نہیں نکال رہے بلکہ رب العلمین کا لطیفہ کھا رہے ہو۔ پھر رحمانیت کا ذکر آئے تو تمہاری یہی کیفیت ہو۔ رحیمیت کا ذکر آئے تو تمہاری یہی کیفیت ہو۔ پھر بیشک تم یقین رکھ سکتے ہو کہ تمہارا خدا تمہیں بھی پہلے لوگوں کے انعامات سے حصہ دیگا اور وہ تمہارے ساتھ بخل نہیں کرے گا۔ پس یہ مت خیال کرو کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ ہو سکتا ہے اور یقیناً ہو سکتا ہے بلکہ اس زمانہ میں صحابہؓ کے بعد کے زمانہ کی نسبت بہت زیادہ سہولت سے یہ مقام تم حاصل کر سکتے ہو۔ کیونکہ یہ وہ زمانہ ہے جسے خدا نے

اپنی برکتوں کیلئے مخصوص

کر لیا۔ یہ وہ زمانہ ہے جس کے متعلق قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واذا الجنۃ ازلفت۔ جنت اُس زمانہ میں قریب کر دی جائے گی۔ اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے بھی جنت

لوگوں کے زیادہ قریب کر دی جائے گی۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ فیج اعوج کے زمانہ میں لوگوں کا اپنے خدا کو پانا اور اس کے قرب میں بڑھنا بہت مشکل تھا۔ مگر مسیح موعودؑ کے زمانہ میں یہ تمام مشکلات آسان ہو جائیں گی۔ رستہ بتانے والے موجود ہوں گے

برکات و انوار کا مشاہدہ

کرنے والے وجود ان کے سامنے ہوں گے۔ اور ان کے بتائے ہوئے طریقوں پر عمل کر کے وہ زیادہ سرعت سے جنت حاصل کر سکیں گے چنانچہ موجودہ نشان جو خدا تعالیٰ نے مصلح موعود کی پیشگوئی کے سلسلہ میں ظاہر کیا۔ اس کو دیکھ لو کس طرح اس نشان کے بعد تمہارے لئے جنت اور زیادہ قریب کر دی گئی ہے۔ لوگ اس تقریب پر بڑی خوشی کا اظہار کر رہے ہیں۔ مگر جہاں تک لفظی خوشی کا تعلق ہے مجھے اس سے کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ لیکن جہاں تک حقیقی خوشی کا تعلق ہے۔ اس کے بعد آپ لوگوں کی ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں کم نہیں ہوتیں۔ یہ

تازہ نشان

خدا نے لاہور میں ظاہر کیا ہے۔ پس جس طرح مکہ اور مدینہ کے رہنے والوں پر اسلام کی طرف سے خاص ذمہ داریاں عائد ہو گئی تھیں اسی طرح میں سمجھتا ہوں اس انکشاف کے بعد جو لاہور میں مجھ پر ہوا۔ یہاں کی جماعت کی ذمہ داریاں پہلے سے بہت زیادہ بڑھ گئی ہیں۔ میں نے جہاں تک غور کیا ہے اس انکشاف کا مجھ پر سفر میں ہونا۔ جہاں اس لحاظ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس پیشگوئی سے مشابہت رکھتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی یہ پیشگوئی سفر کی حالت میں ہوشیار پور میں فرمائی۔ اور مجھ پر بھی اس پیشگوئی کے مصداق ہونے کا انکشاف سفر کی حالت میں ہی ہوا۔ وہاں آج اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک اور بات بھی سمجھائی ہے۔ بات یہ ہے کہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لاہور میں فوت ہوئے

تھے۔ اور آپ کے لاہور میں فوت ہونے کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں لاہور کے متعلق ایک قسم کا بغض پایا جاتا تھا۔ یوں تو ہر شخص نے فوت ہونا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی فوت ہو گئے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی فوت ہو گئے۔ لیکن جب کوئی شخص اپنے گھر پر فوت ہوتا ہے تو اس کے متعلقین کو گو طبعی طور پر رنج ہوتا ہے۔ مگر ان کے دلوں میں کوئی حسرت پیدا نہیں ہوتی۔ لیکن اگر کوئی شخص سفر کی حالت میں فوت ہو جائے۔ تو اس کے متعلقین کے دل ساری عمر اس حسرت و اندوہ سے پُر رہتے ہیں کہ کاش وہ سفر کی حالت میں فوت نہ ہوتا۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ شاید اس کے علاج میں کوتاہی ہوئی ہو۔ شاید اس کی تیمارداری میں کمی رہ گئی ہو۔ شاید وہاں کی آب و ہوا اسے موافق نہ آئی ہو۔ یا شاید کوئی اور وجہ ہو گئی ہو۔ پس ساری عمر ان کے دلوں سے ایک آہ اٹھتی رہتی ہے۔ اور انہیں یہ تصور کر کے بھی تکلیف ہوتی ہے کہ ان کا کوئی عزیز فلاں سفر پر گیا۔ تو پھر وہ واپس نہ آیا بلکہ اسی جگہ فوت ہو گیا۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ شاید اگر وہ سفر پر نہ جاتا تو نہ مرتا۔ اسی طرح میں سمجھتا ہوں جماعت کے دلوں پر یہ

ایک بہت بڑا بوجھ

تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لاہور میں آئے۔ اور اس جگہ آ کر فوت ہو گئے خود لاہور کی پیشانی پر بھی ایک بدنما داغ تھا۔ مگر جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الہام کے ذریعہ خبر دی گئی تھی کہ "لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں" اور یہ کہ وہ "نظیف مٹی کے ہیں" (تذکرہ ص ۳۷۶) خدا تعالیٰ نے ان پاک ممبروں کی دعاؤں کو سن کر لاہور کی پیشانی سے اس داغ کو ہمیشہ کے لئے دور کر دیا اور مسیح موعودؑ کو لاہور میں ہی دوبارہ زندہ کر دیا

اب لاہور والے کہہ سکتے ہیں کہ گو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم میں فوت ہوئے۔ مگر وہ دوبارہ زندہ بھی ہمارے شہر میں ہی ہوئے ہیں پس وہ جو لاہور والوں پر ایک داغ تھا۔ خدا نے اس انکشاف کے ذریعہ اس داغ کو دھو دیا۔ اور گو منہ سے احمدی اس بات کا اظہار نہیں کرتے تھے۔ مگر لاہور کا ذکر آنے پر ان کے دل ضرور بے چین ہو جاتے تھے کہ یہ کیا شہر ہے جس میں خدا کا مسیح چند دن کے لئے گیا۔ اور فوت ہو گیا پس یہ داغ خدا نے لاہور والوں سے اب دور کر دیا ہے۔ مگر اس چیز سے وہ ذاتی طور پر اسی وقت فائدہ اٹھا سکتے ہیں جب ان میں عمل کی قوت موجود ہو۔ میں نے بتایا ہے کہ سنجیدگی سے دین کی باتوں پر عمل کرنے کے مواقع ہماری جماعت کے لئے پوری طرح میسر ہیں۔ اگر خدا نے ان کو وہ زمانہ نہیں دکھایا جو مسیح موعود کا زمانہ تھا۔ تو اب اس دوسرے موقع سے فائدہ اٹھا کر وہ اپنی زندگیوں میں بہت کچھ تبدیلی پیدا کر سکتے ہیں۔ مگر

فائدہ اُٹھانا یا نہ اُٹھانا

تمہارا اپنا کام ہے۔ یہ تمہارے اپنے اختیار میں ہے کہ تم صحابہ جیسا بنو۔ یا ان سے بھی آگے نکل جاؤ۔ گویا جہاں تک کوشش اور جد و جہد کا تعلق ہے۔ وہ تمہاری طرف سے ہونی چاہیئے۔ اور جہاں تک انعام اور مقام کا سوال ہے۔ وہ خدا کی طرف سے آئے گا۔ مگر یہ دوسرا مرحلہ اسی وقت آ سکتا ہے جب پہلا مرحلہ طے کر لو اگر تم پہلے مرحلہ کو طے کر لو تو یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ خدا اپنے وعدہ کو پورا نہ کرے اور تمہیں صحابہ کا مقام عطا نہ کرے۔ اگر تم چوتھا حصہ صحابی بننے کی کوشش کرو۔ تو یہ تو ہو سکتا ہے کہ خدا تمہیں اپنے فضل سے آدھا صحابی بنا دے۔ مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ تمہیں چوتھے حصہ سے ایک انچ بھی کم رکھے اگر تم آدھا صحابی بننے کی کوشش کرتے ہو۔ تو یہ تو ہو سکتا ہے کہ خدا تمہیں پورا صحابی بنا دے۔ مگر یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ وہ تمہیں آدھے حصہ سے ایک سوت بھی کم رکھے۔ وہ تمہیں بڑھا کر تو اپنا انعام دے سکتا ہے۔ مگر وہ یہ نہیں کر سکتا کہ تمہاری کوشش کے بدلہ میں تمہیں کم بدلہ دے

ہمارا خدا بخیل نہیں ہے

ہمارا خدا کنجوس اور ممسک نہیں ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات دنیا میں جاری ہیں اور جاری رہیں گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکات دنیا میں جاری ہیں اور جاری رہیں گی۔ قیامت تک اس سلسلہ فیض کو کوئی شخص بند نہیں کر سکتا۔ قیامت تک اللہ تعالیٰ کے قرب کے اس دروازے کو کوئی شخص مسدود قرار نہیں دے سکتا۔ خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی اور آپ کا بھائی بننا یہ

سب رستے کھلے ہیں

اور ہمیشہ کھلے رہیں گے۔ ان رستوں کو بند کرنے والے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جائیں گے مگر انہیں ناکامی اور نامرادی کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ ہمارا خدا زندہ ہونے کے لئے بیتاب ہے۔ اور وہ زندہ ہو کر رہے گا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح زندہ ہونے کے لئے تڑپ رہی ہے اور وہ زندہ ہو کر رہے گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح دنیا میں جلوہ نما ہونے کے لئے بیقرار ہے۔ اور وہ جلوہ نما ہو کر رہے گی۔ اور دنیا کی کوئی طاقت اس الٰہی مشیت کو ظاہر ہونے سے روک نہیں سکتی +

نظامِ نو کے امتحان میں شامل ہوں

"نظام نو" حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہٖ کا وہ نہایت اہم لیکچر ہے۔ جس میں حضور نے دنیا کے تمام معاشی نظاموں کی خرابیاں اور نقائص واضح کر کے اسلامی نظام کی فضیلت اور برتری کو نہایت جامع طریق سے واضح کیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ اسلامی نظام کے قیام میں نظام وصیت۔ تحریک جدید اور احمدیت کا کیا حصہ ہے۔ پس خدام الاحمدیہ کے لئے جنہیں آئندہ نظام کی بنیادیں استوار کرنا ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ کرنا۔ اسے از بر کرنا اور مضامین کو مستحضر رکھنا نہایت ضروری ہے۔ اس کے لئے بہترین ذریعہ خدام الاحمدیہ کے سلسلہ امتحانات میں شامل ہونا ہے۔ جو انشاء اللہ ۱۶ ار جولائی (وفا) کو منعقد ہوگا۔ قائدین تمام خدام اور دوسرے احباب کو شامل کرنے کی پوری کوشش کریں اور ان کے اسماء سے دفتر کو اطلاع دیں۔ کتاب کی قیمت فی نسخہ ایک روپیہ ہے۔ مستورات بھی امتحان میں شامل ہو سکتی ہیں۔

خلیل احمد مہتمم تعلیم خدام الاحمدیہ مرکزیہ

خادم صاحب کی علالت

گجرات ۱۳ جون۔ آج بخار کا چھیالیسواں دن ہے ٹمپریچر ۹۸.۴ و ۹۹ تک ہو جاتا ہے۔ کل بھی ٹمپریچر ۹۹.۲ تھا۔ پہلی ایک دفعہ ۹۸.۶ ہوا۔ پھر ٹمپریچر ۹۹.۴ تک چلا گیا۔ احباب جماعت کی خدمت میں دعا کی درد مندانہ درخواست ہے۔ خاکسار ملک برکت علی

درخواست دعا ـ ہمشیرہ صوبیدار عبد الرحیم اپنے بھائی کی خیر و عافیت کے لئے اور چوہدری ... علی صاحب نمبردار موضع کھوکھوانی اہلیہ صاحبہ کی صحت کے لئے ...

امریکہ میں تبلیغ اسلام

مختلف مقامات پر کامیاب احمدیہ مشن

جناب صوفی مطیع الرحمٰن صاحب ۱۰ رمئی کے خط میں لکھتے ہیں۔ کہ میں قریباً ڈیڑھ ماہ سے ایک تبلیغی سفر پر ہوں اور اسی سلسلہ میں نیویارک میں مقیم ہوں۔ ابتدا ر سفر میں میں نے انڈیاپولس۔ ڈیٹن۔ کلیولینڈ۔ پٹسبرگ۔ اور واشنگٹن اور بالٹی مور کے احمدیہ مشنوں کا معائنہ کیا۔ اور دیکھا کہ تمام مشن اللہ تعالےٰ کے فضل سے اچھی حالت میں ہیں۔

ڈیٹن مشن کی بحالی

سنہ ۳۷ء میں ہندوستان سے اپنی واپسی کے بعد بعض لوگوں کی شرارت کی وجہ سے ڈیٹن مشن بالکل ضائع ہو گیا تھا۔ مگر خدا تعالےٰ کا ہزار ہزار شکر ہے۔ کہ سنہ ۴۳ء میں دوبارہ یہ مشن ہمارے ہاتھ میں آگیا۔ اور اس وقت سے برابر ترقی کر رہا ہے۔ اور اب کے میں نے اس کے ممبروں میں ایک خاص جوش اور بیداری محسوس کی۔ اور عنقریب ان سے اچھے کاموں کی اُمید کی جاسکتی ہے۔

بالٹی مور کا مشن نیا ہے جو سنہ ۴۲ء کے اواخر میں قائم ہؤا۔ اب کے میں نے اسے دوسری بار دیکھا۔ میں وہاں دو ہفتے ٹھہرا۔ اور ممبروں کو تعلیم دیتا رہا۔ ان کو اسلام اور احمدیت کے اصول سکھائے۔ یہ نیا مشن بھی معلوم ہوتا ہے۔ انشاء اللہ خوب ترقی کریگا۔ یہ شہر ایک مرکزی اہمیت رکھتا ہے۔ نیویارک اور واشنگٹن کے مابین واقع ہے۔ یہاں مشن قائم ہونے کا ایک یہ فائدہ بھی ہے کہ ہم نئی جہات میں تبلیغ کے کام کو وسیع کر سکیں گے۔ یہاں سے میں نیوانگلینڈ کی ریاستوں میں گیا۔ اور زیادہ تر عربوں میں کام کیا۔ اس سفر میں بعض نئے لوگوں سے تعارف ہؤا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کا پیغام ان تک پہنچایا۔ دو ایک روز میں نیویارک سے ملک کے ایک دوسرے حصہ میں جانیوالا ہوں۔ اور غالباً تین ہفتہ کے بعد شکاگو واپس آسکونگا۔

یہ سفر جو میرے پہلے تمام سفروں سے زیادہ طویل ہے۔ اسوقت تک اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت کامیاب ثابت ہو چکا ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

نومسلموں کی مالی قربانیاں

میں نے سنہ ۴۳ء کے تحریک جدید کے چندوں کی وصولی کا کام ختم کر دیا ہے۔ اور شکاگو پہنچکر سنہ ۴۳ء کا پروگرام شروع کر دونگا۔ تحریک جدید نیز عام چندوں کی حالت بھی تسلی بخش ہے۔ فالحمد للہ

تبلیغی لٹریچر

یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ کہ امریکن مشن لٹریچر کے رنگ میں شاندار کام کر رہا ہے۔ مسلم سن رائز سنہ ۴۳ء میں باقاعدہ نکلتا رہا۔ اور بعض دیگر مطبوعات کی بھی کافی اشاعت ہوئی۔ اس طرح احمدیت کا پیغام طول و عرض ملک پہنچ رہا ہے۔ اور خدا نے چاہا۔ تو شاندار نتائج پیدا ہوں گے۔

درخواست دُعا

احباب دُعا فرمائیں۔ کہ اللہ تعالےٰ میرے گناہوں کو معاف فرمائے مشکلات کو دور کرے۔ اور مجھے خدمت اسلام کی بیش از بیش توفیق عطاء فرمائے۔

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کا ارشاد

کلکتہ سے آمدہ ایک گمنام خط کے متعلق

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں ایک خط کلکتہ سے گمنام آیا ہے۔ جس کے متعلق حضور نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ "ایسا خط لکھنا منافقوں کا کام ہے۔ مومن دلیری سے الزام لگاتا ہے۔ اور پھر اسے ثابت کرتا ہے"۔

نیکیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والو

فرمایا! "میں امید کرتا ہوں۔ کہ جو دوست اب تک تحریک جدید کا چندہ ادا نہیں کر سکے۔ وہ جلد سے جلد ادا کرنے کی کوشش کریں گے۔ اول تو وہ کوشش کریں۔ کہ جون میں ہی ان کا چندہ ادا ہو جائے۔ اگر جون میں ادا نہ کر سکیں۔ تو جولائی میں ادا کرنے کی کوشش کریں۔ اگر جولائی میں ادا نہ کر سکیں۔ تو اگست میں ادا کرنے کی کوشش کریں۔ آپ کو جولائی میں ہی اس لئے ادا کرنا چاہیئے۔ کہ آپ نے ۳۱ رمئی تک ادا کرنے کی کوشش تو کی ہوگی۔ کیونکہ ہر مومن کا یہ فطرتی جذبہ اور دلی خواہش ہے۔ کہ وہ اپنے بھائیوں سے قربانیوں کے میدان میں آگے نکل جائے اور السابقون الاولون کے پہلے دور میں آجائے لیکن جو کامیاب نہیں ہو سکے۔ انہیں اب اگر جولائی تک اس لئے ادا کرنا چاہیئے۔ کہ یہ تاریخ السابقون کے دوسرے دور کی تاریخ ہے۔ زمیندارا اور بیرون ہند کی ہندوستانی جماعتوں کے لئے بھی یہی تاریخ ہے۔ فنانشل سیکرٹری تا خدا تعالےٰ کے حضور ان لوگوں میں شامل ہوں جو سباق کی روح اپنے اندر رکھتے اور نیکیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں"۔

(فنانشل سیکرٹری تحریک جدید)

واقفین زندگی کے متعلق نہایت اہم اعلان

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے حضور ایک ایسے صاحب نے جنہوں نے اپنی زندگی خدمت دین کے لئے وقف کی ہوئی تھی۔ لیکن ان کی غلطیوں کی وجہ سے بطور سزا ان کا وقف توڑ دیا گیا تھا۔ حضور سے معافی کی درخواست کی۔ جس پر حضور نے مندرجہ ذیل فیصلہ فرمایا۔ جو زندگی وقف کرنے والے دوستوں کی آگاہی کے لئے شائع کیا جاتا ہے۔

"وقف کی سزا ہمیشہ کے لئے ہوتی ہے اس میں تبدیلی نہیں کی جاتی۔ تا ہر واقف پھر اپنے آپ کو کھڑا رکھے"۔

(مرزا شریف احمد ناظر تعلیم و تربیت)

سمندر پار سے درخواست دعا

ہمارے اس علاقہ میں مخالفوں نے ایک جماعت پران کو مسجد سے بے دخل کرنے کے لئے ہائی کورٹ میں مقدمہ کر رکھا ہے۔ جملہ احباب جماعت سے عاجزانہ التماس ہے۔ کہ ہماری جماعت کی کامیابی اور دشمن سلسلہ کی ذلت و رسوائی کے لئے خلوص قلب کے ساتھ باالتزام دعائیں فرماتے رہیں۔ خاکسار فضل الرحمٰن حکیم حنفی عفی عنہ مبلغ از لیگوس نائیجیریا۔

آڈیٹر صاحبان ہر ماہ حسابات کی پڑتال کریں

متعدد بار اعلان کیا جا چکا ہے۔ کہ تمام جماعتیں ایسے مناسب احباب کو جو حساب دان ہوں۔ اور صدر انجمن احمدیہ کے قواعد سے واقف ہوں۔ آڈیٹر منتخب کر کے دفتر سے اسکی منظوری حاصل کر لیں۔ اور ہر مہینے اس سے حسابات کی پڑتال کرا کے نظارت ہذا میں رپورٹ کیا کریں۔ جس میں علاوہ آمد و خرچ کے بقایا داروں کی فہرست بھی دی جائے۔ اس کے متعلق ابھی تک بہت تھوڑی جماعتوں نے توجہ کی ہے۔ اسلئے پھر یاددہانی کی جاتی ہے۔ کہ جلد از جلد آڈیٹر کا انتخاب کر کے دفتر کو برائے منظوری اطلاع دیں۔

نیز جس جماعت میں کوئی پڑھا لکھا شخص نہ ہو۔ وہ بھی اطلاع دے تاکہ کسی قریب کی جماعت کے کسی دوست کے سپرد ان کا کام کر دیا جائے۔

(ناظر بیت المال)

وصیتیں

نوٹ:- وصایا منظوری سے قبل اسلئے شائع کی جاتی ہیں کہ اگر کسی کو کوئی اعتراض ہو تو وہ دفتر کو اطلاع کرے۔ سیکرٹری بہشتی مقبرہ

۷۴۴۸ - منکہ سیدہ نصیرہ بیگم بنت سید لال شاہ صاحب مرحوم قوم سید پیشہ خانہ داری عمر ۳۸ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۲ مئی ۱۹۴۴ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری اس وقت غیر منقولہ یا منقولہ کوئی جائیداد نہیں میرے پاس اس وقت یک صد روپیہ ہے۔ جو میں نے منافع پر لگایا ہوا ہے۔ میں اس کے ۱/۳ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ نیز اس کا جو منافع ہوگا۔ اس کا بھی ۱/۳ حصہ ادا کروں گی۔ نیز اگر میں اپنی زندگی میں کسی جائیداد کی وارث ہوں تو میں اس کا بھی ۱/۳ حصہ ادا کرونگی۔ اگر میری وفات کے بعد کوئی میری جائیداد متروکہ ہو۔ تو اسکے بھی ۱/۳ حصہ کی حقدار صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ نیز اگر میں اپنی زندگی میں اس مد سے کوئی رقم جمع کراؤں۔ تو وہ رقم حصہ وصیت میں سے منہا سمجھی جائے۔

العبد سیدہ نصیرہ۔ گواہ شد سید داؤد مظفر شاہ محلہ دارالانوار قادیان۔ گواہ شد سید بشیر احمد برادر موصیہ بقلم خود

۷۴۳۱۴ - منکہ محمود دین ولد فتح دین قوم کھوکھر پیشہ مزدوری عمر ۴۶ سال تاریخ بیعت ۱۹۲۸ء ساکن ڈسکہ حال دارالشکر قادیان بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۸ فروری ۱۹۴۴ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری موجودہ جائیداد حسب ذیل ہے۔ میری جائیداد سات مرلے زمین ہے۔ جس کی قیمت فی مرلہ اندازاً چالیس روپے ہے۔ اس وقت کل رقم دو سو اسی روپے ہے۔ جس میں سے ۱۲۰/- روپے میں نے قرضہ دینا ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی جائیداد نہیں ہے۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائیداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان بمد وصیت داخل یا حوالہ کرکے رسید حاصل کرلوں۔ تو ایسی رقم یا ایسی جائیداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کردی جائے گی۔ اگر اس کے بعد کوئی جائیداد اور پیدا کروں۔ تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا۔ اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میرے مرنے کے وقت جسقدر میری جائیداد ہو۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ میرا گذارہ صرف اس جائیداد پر نہیں۔ بلکہ ماہوار آمد پر ہے۔ جو کہ اس وقت دس روپے ہے۔ اس کا ۱/۱۰ حصہ ماہوار تازیست اپنی ماہوار آمد کا داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ العبد محمود دین کھوکھر راجپوت موصی۔ گواہ شد علی محمد انسپکٹر وصایا صحابی و موصی۔ گواہ شد غلام محمد محرر چونگی بٹالہ

۷۴۵۰ - منکہ ہاجرہ بیگم زوجہ سید محمد مسعود شاہ صاحب قوم بھٹی پیشہ خانہ داری عمر ۳۰ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۳ ۵/۴۴ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری جائیداد حسب ذیل ہے۔ میرا مہر ایک ہزار روپیہ جو ابھی میرے خاوند کے ذمہ ہے۔ نکلس طلائی ۴ تولہ۔ کڑے طلائی ۲ ۳/۴ تولہ مکرم خسر صاحب سید محمود شاہ صاحب کے پاس ہے۔ اور میرے اپنے پاس سوئی و کانٹے طلائی ۱ ۳/۴ تولہ مشین سلائی قیمت ۱۰۰/- روپیہ۔ اس مندرجہ بالا جائیداد کی مالک ہوں۔ اس کے ۱/۹ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اگر میں اپنی کوئی رقم یا جائیداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان بمد وصیت داخل یا حوالہ کرکے رسید حاصل کرلوں۔ تو ایسی رقم یا ایسی جائیداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کردی جائے۔ اگر اس کے بعد کوئی جائیداد اور پیدا کروں۔ تو اسکی اطلاع صدر انجمن احمدیہ قادیان کو کرتی رہوں گی۔ اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میرے مرنے پر جسقدر میری جائیداد ہو۔ اس کے ۱/۹ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد ہاجرہ بیگم زوجہ سید محمد مسعود شاہ محلہ دارالرحمت۔ قادیان۔ گواہ شد علی محمد صحابی و موصی انسپکٹر وصایا موضع گکھانوالی حال وارد قادیان۔ گواہ شد شیخ محمد اکرام قادیان موصی

۷۴۲۴ - منکہ بشیر احمد ولد میاں علی محمد صاحب انسپکٹر وصایا قوم راجپوت بھٹی پیشہ نوکری عمر ۱۹ برس تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن گکھانوالی ڈاکخانہ پھلورہ ضلع سیالکوٹ صوبہ پنجاب بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ یکم مئی ۱۹۴۴ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میں فی الحال کسی جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ کا وارث نہیں ہوں۔ میں اس وقت فوجی ملازم ہوں۔ اور میری ماہوار تنخواہ مبلغ اٹھارہ روپے ہے۔ اور ماہوار الاؤنس ۴۷/- روپے ہے۔ کل ماہوار آمد ۶۵/- روپے ہے۔ میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت صدر انجمن احمدیہ قادیان کے صیغہ ہذا کے حق میں کرتا ہوں۔ جسکو انشاء اللہ تم ماہ بماہ ادا کرتا رہوں گا۔ اور میری وفات کے بعد جسقدر میری جائیداد ہوگی۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ پر صیغہ ہذا کو حق ہوگا۔ یہ میری پختہ وصیت ہے اور تاحین حیات اس وصیت کا پابند رہوں گا اگر آئندہ کوئی اور جائیداد مزید پیدا کروں۔ یا مزید ذریعہ آمد پیدا ہوجائے تو بھی اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا۔

العبد بشیر احمد برادر مولوی محمد احمد مولوی فاضل سیالکوٹی حال وارد قادیان۔ گواہ شد ... موصی ...

تازہ اور ضروری خبروں کا خلاصہ

لاہور ۱۴ رجون - پنجاب گورنمنٹ کے فیصلہ کے مطابق ۴۰ سیاسی قیدی عنقریب رہا کردئے جائیں گے - اس کے بعد ۱۴۰ قیدی اور رہ جائیں گے۔

لاہور ۱۴ رجون - راشن کے شہروں میں ضروری اشیاء مہیا کرنے کی غرض سے حکومت پنجاب نے ایک سرکاری ایجنسی قائم کر دی ہے۔

لنڈن ۱۴ رجون - بلجیم کے معزول بادشاہ لیوپولڈ کو جرمن افسر بلجیم سے نکالکر جرمنی لے گئے ہیں - اسوقت تک آپ برسلز کے قریب ایک مقام پر رہتے تھے - اتحادی حملہ کے پہلے روز ہی انہیں جرمنی پہنچا دیا گیا۔

دہلی ۱۴ رجون - حکومت ہند نے اصلی اور نقلی دونوں قسم کے ریشمی کپڑے کی مشہور اقسام کے نرخ مقرر کر دئے ہیں۔

شملہ ۱۴ رجون - سیالکوٹ کے ڈپٹی کمشنر مسٹر اختر حسین کو دار پلیننگ کے نئے محکمہ کا سیکرٹری مقرر کیا گیا ہے - اس محکمہ کے انچارج نواب عاشق حسین ہیں -

مراد آباد ۱۴ رجون - مولوی احمد سعید صاحب ناظم جمعیۃ العلماء نے یہاں تقریر کرتے ہوئے کہا - کہ مختلف اسلامی انجمنوں کی ایک مشترکہ کانفرنس طلب کر کے آپس کے جھگڑے طے کر لینے چاہئیں - جمعیۃ العلماء مسلم لیگ اور مجلس احرار کے ساتھ سمجھوتہ کی بات چیت کے لئے تیار ہے۔

لنڈن ۱۴ رجون - اٹلی میں اتحادی فوجوں نے پوپولی کے شہر پر قبضہ کر لیا ہے جو مختلف علاقوں کو جانیوالی سڑکوں کا بہت بڑا مرکز ہے - امریکن فوج نے ایک ایسے مقام پر قبضہ کیا ہے - جو روم سے ۷۵ میل شمال میں ہے - ایڈریاٹک کے محاذ پر بھی اتحادی برابر بڑھ رہے ہیں -

لنڈن ۱۴ رجون - سپریم اتحادی کمانڈر جنرل آئزن ہوور نے اپنی فوجوں کے نام ایک پیغام میں کہا ہے کہ لڑائی خواہ کتنی لمبی کیوں نہ ہو - آپ ایک اچھی ٹیم ہیں - اور نازی جوئے کے نیچے دبی ہوئی یورپین اقوام کی آزادی کی علمبردار ہیں - آپ نے فرانس کی جنگ کے بارہ میں پریذیڈنٹ روز ویلٹ کو بھی ایک رپورٹ بھیجی ہے -

لنڈن ۱۴ رجون - مسٹر چرچل نے پھر فرانس میں محاذ جنگ کا معائنہ کیا - آپ سات گھنٹے وہاں ٹھہرے اور جنرل منٹگمری سے خفیہ کانفرنس بھی کی - آپنے جرمن بمباروں کو بم گراتے بھی دیکھا۔

لنڈن ۱۴ رجون - فرانسیسی محبان وطن نے جرمنوں کو پریشان کرنے کے لئے اپنی سرگرمیوں کو تیز کر دیا ہے - الجیرس ریڈیو کا بیان ہے کہ وہ جرمن قافلوں اور چھوٹی چھوٹی جرمن چھاؤنیوں پر حملے کر رہے ہیں اور رسد و گولہ بارود کے ذخائر اڑا رہے ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ پریذیڈنٹ روز ویلٹ نے فرانسیسی جمہوریت کے دوبارہ احیاء کی سکیم مرتب کر لی ہے - آدھے فرانس پر قبضہ کے بعد وہاں عارضی حکومت قائم کر دی جائیگی۔

لنڈن ۱۴ رجون - شیربورگ میں کارنتین کے اہم اڈے کے شمال میں جرمنوں نے سمندر کے بند کو توڑ کر جو پانی چھوڑا ہے اس کی گہرائی سات فٹ اور کچھ انچ ہے - اتحادی مشینی دستوں کا اتنے گہرے پانی میں کام کرنا مشکل ہو گیا ہے - شیربورگ میں دالٹرد کے قریب فوجیں اتارنے کے بعد ڈیڑھ میل لمبے علاقہ پر قبضہ کرنیکی کوشش میں پندرہ سو امریکن مارے گئے - قریباً ساڑھے سات سو لاشیں ملیں اور باقی سمندر میں بہ گئیں - جرمنوں کو بھی کافی نقصان ہوا۔

لنڈن ۱۴ رجون - ایک جرمن نیوز ایجنسی کے بیان کے مطابق نارمنڈی کے ساحل پر قریباً ۲½ لاکھ اتحادی فوج پہنچ چکی ہے - مگر ابھی تک کوئی بڑی بندرگاہ ان کے قبضہ میں نہیں آئی - جنرل منٹگمری نے ایک بیان میں کہا - کہ ہمارے مورچوں پر بہت سر شمون (?) مارے گئے - جو چند دلیر جرمن عورتوں نے مارے - امریکن سپاہیوں نے ان کو گولی سے اڑا دیا - ساحل سے تین میل بڑھ کر نہایت مضبوط قلعوں کو سر کرنے میں ہمارا کافی نقصان ہوا۔ اب تک پانچسو مربع میل علاقہ پر اتحادیوں کا قبضہ ہو چکا ہے۔

لنڈن ۱۵ رجون - اتحادی ہیڈ کوارٹر سے اعلان کیا گیا ہے کہ کان کے علاقہ میں بڑے زور کی لڑائی ہو رہی ہے - دشمن کے چار ٹینک ڈویژن یہاں لڑ رہے ہیں - کان سے لیکر گیارہ میل لمبے مورچہ پر دشمن بڑے زور کے جوابی حملے کر رہا ہے - مگر ہم بڑی مضبوطی سے پاؤں جمائے ہوئے ہیں - شیربورگ میں کارنتاں کے آس پاس بھی بڑی بھیانک لڑائی جاری ہے - ٹینک ڈویژن اور میدانی فوج نے دشمن کے ایک زبردست جوابی حملہ کو روک لیا - کارنتاں کے شمال میں اتحادی فوج مانگڈاگ کے شہر کو خالی کرنے پر مجبور ہو گئی ہے - مگر اس شہر کے بازوؤں کے مورچے ابھی ہمارے قبضہ میں ہیں - نارمنڈی کے علاقہ میں جرمن افسر سر توڑ کوشش کر رہے ہیں - کہ ان کی صفوں میں جو دراڑیں پیدا ہو چکی ہیں - ان کو دور کیا جاسکے -

لنڈن ۱۵ رجون - جنرل ڈیگال نارمنڈی پہنچ گئے ہیں - بڑے بڑے فرانسیسی افسر بھی انکے ساتھ ہیں - روانہ ہونے سے قبل آپنے مسٹر چرچل - مسٹر ایڈن اور جنرل آئزن ہوور سے ملاقات کی جنرل منٹگمری کے افسروں نے آپکا ساحل پر استقبال کیا -

لنڈن ۱۵ رجون - اٹلی میں پانچویں امریکن فوج کے دستے روم سے سو میل آگے بڑھ چکے ہیں -

دہلی ۱۵ رجون - امپھل کے علاقہ میں کمک پہنچ جانے کی وجہ سے جاپانیوں نے حملہ کیا - اور اتحادی علاقہ میں داخل ہو گئے - لیکن جوابی حملہ کر کے تمام علاقہ واپس لے لیا گیا - کوہیما کا علاقہ بھی دشمن سے خالی کرایا جا رہا ہے -

بمبئی ۱۵ رجون - آج گاندھی جی جوہو سے پونا روانہ ہو جائیں گے۔

واشنگٹن ۱۵ رجون - پریذیڈنٹ روز ویلٹ نے کانگرس کے سامنے یہ تجویز رکھی ہے کہ ایک ہزار یہودی پناہ گزینوں کے لئے مکانات تعمیر کئے جائیں گے - بیان کیا